ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان
مجلہ

جلد 9 | اکتوبر 2008 شوال ۱۴۲۹ھ | شمارہ نمبر1

اے مردِ مجاہد جاگ ذرا
اداریہ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

اتحادِ ملت کی ضرورت و صورت



غزوۂ احد اور معجزات



اسلامی جہاد
امن کا سویرا

صدقۂ عیدالفطر



اسلام اور طبِ جدید

سید الشہدا سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عید اس کی ہے

خدا سے ہے جسے سچی محبت ، عید اس کی ہے
جو ہے پروانۂ شمع رسالت ، عید اس کی ہے
جسے احساس فرقت بھی نہیں ہے ، عید خاک اس کی
ملی ہے وصل کی جس کو بشارت ، عید اس کی ہے
یہی ہے ہاں یہی مقصود اصلی روزہ رکھنے سے
میسر ہے جسے تقوے کی دولت ، عید اس کی ہے
خدا کے نام پر یہ ترکِ خورد و نوش کرتا ہے
جسے حاصل ہے اخلاصِ اطاعت ، عید اس کی ہے
یہ روزہ درحقیقت ایک درس استقامت ہے
ہوا جو پیکر صبر و عزیمت ، عید اس کی ہے
ہوا و حرص کے پردے اٹھے جس کی نگاہوں سے
جسے بخشا گیا نور بصیرت ، عید اس کی ہے
کرے جس پر حکومت نفس ، وہ کیا عید کو سمجھے
کرے جو نفس پہ اپنے حکومت ، عید اس کی ہے
نہ جو تائب ہوا ظلم و ستم سے ، عید کیا اس کی
بنا جو سربسر پیغام رحمت ، عید اس کی ہے
کجا عید اور کجا بغض و حسد ، توبہ ! معاذاللہ!
نہیں ہے جس کے سینے میں کدورت ، عید اس کی ہے
حمیت ہی نہیں دل میں تو کیا اسلام ؟کیا ایمان؟
حقیقت ہے کہ جو ہے باحمیت ، عید اس کی ہے
لباس خوشنما سے عید میں کیا فرق پڑتا ہے؟
عمل میں آگئی جس کے طہارت ، عید اس کی ہے
وہ نہیں پھانسی کے لائق جو ہیں ملک و قوم کے دشمن
دل و جان سے ہے جو شیدائے ملت ، عید اس کی ہے
سلوک و معرفت نے سمجھایا یہی آسی
کہ راضی جس سے ہے پیر طریقت عید اس کی ہے

﴿حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ﴾

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس۔۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمۃ الحقیقہ ادا ریہ

اے مردِ مجاہد جاگ ذرا

ادارہ

امریکہ کی جانب سے جس طرح پاکستان کی آزادی اور خود مختار حیثیت کو روند کر گذشتہ چند ہفتوں سے اس کی سرزمین کے اندر زمینی اور فضائی حملے کئے جارہے ہیں، کیا یہ اس بات کے آئینہ دار نہیں کہ امریکی سامراج اور اس کے اتحادیوں نے ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کی غیرت کو للکارا ہے اور یہ وہ دہشگردی اور انتہا پسندی کو ختم کرنے کی آڑ میں پاکستان کی آزادی وخود مختاری کو نگلنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ یہ بیرونی سامراجی قوتیں افغانستان سے چلتے چلتے جنوبی وشمالی وزیرستان اور شمالی علاقہ جات سے ہوتے ہوئے انگوراڈہ (سوات)، گوردیگ گاؤں اوران کے آس پاس کے علاقوں تک آن پہنچی ہیں۔ امریکہ اس کے اتحادی اور نیٹو کی مسلح افواج درندہ صفت اور مسلم خور ہیں، افغانستان، عراق وغیرہ اسلامی مما لک میں ان کی کارروائیاں اس بات کی غماض ہیں انہی کارروائیوں کا تسلسل پاکستانی قبائلی علاقوں کے مسلمان بچوں، بچیوں، عورتوں، مردوں اور بوڑھوں کا دنیا کے خطرناک ترین میزائیلوں کے ذریعے بے جا قتل عام ہے۔

ہمارے بے غیرت سابقہ حکمران (جس کا اب نام لکھنے کو بھی دل نہیں کرتا) نے قومی مفادات کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر امریکی مفادات کی تکمیل کیلئے، جو کروسیڈی بش انتظامیہ نے کہا وہ کیا، لیکن آج یہی امریکہ ہماری سالمیت کے درپے ہوگیا ہے اور ہم پرُ ڈوموز(Do More) کی تکرار بھی بڑھادی گئی ہے۔ چنانچہ امریکی نائب وزیر خارجہ رچرڈ باؤچر نے گذشتہ دنوں ایک برطانوی خبر رساں ایجنسی کو بیان دیا کہ پاکستانی حکومت انتہا پسندوں کے خلاف وہ کچھ نہیں کررہی جو امریکہ چاہتا ہے۔ ادھر ریڈیو ماسکو اور امریکی اخبار کرسچن سائنس مانیٹر نے بھی باور کرایا ہے کہ ''امریکہ اب پاکستان کو دہشگردی کے خلاف جنگ جاری رکھنے کا اہل نہیں سمجھتا''

ایسی صورتحال میں جبکہ امریکہ کی طرف سے باقاعدہ حملہ کا خاصا امکان موجود ہے، زرداری اور اسکی حکومت کا تساہل سے کام لینا کسی بہت بڑے نقصان کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ابھی تک قبائلی علاقوں میں اسقدر جانی ومالی نقصان ہونے کے باوجود وہ اس فیصلہ پر نہیں پہنچ سکے کہ آئندہ کیلئے لائحہ عمل کیا ہو انکی سوچ مومنانہ نہیں، انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ مومنوں کی فتح کیلئے سب

سے اہم ہتھیار 'ایمان' ہے۔ یہ حکومتی افراد عموماً ایمان کے معاملے میں بہت بے نیاز بلکہ یوں سمجھیں باغیانہ سوچ رکھتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پوراز ورلگا کر عوام وخاص کی ایسی تربیت کی جاتی کہ سب ایمان کی اہمیت سے آگاہ ہوجاتے اور سب عشق رسول ﷺ سے سرشار ہوکر خوف غیر اللہ سے پاک ہوجاتے، اوران طاغوتی طاقتوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جاتے مگر جب تربیت کرنے والے خود ہی اس جذبے سے عاری ہوں تو کیا امید لگائی جائے۔

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں کیا ہوا تھا۔ افواج پاکستان اور عوام پاکستان کے اندر جذبہ ایمانی بیدار تھا۔ پوری قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح یکجان ویکدل تھی۔ یوں پوری قوم عشق رسول ﷺ کے نشے سے سرشار تھی پوری جنگ کے دوران کسی نے بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا، کوئی بھی جنگی ساز وسامان کی قلت پر دلبرداشتہ نہیں ہوا نتیجہ کیا نکلا؟ رب نے اپنا وعدہ پورا فرمایا

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الا علون ان كنتم مومنين (آل عمران:۱۳۹)

ترجمہ: اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ، تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

یعنی مسلمانان پاکستان کو رب تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کا صدقہ عظیم الشان کامیابی عطا فرمائی۔

آج بھی اگر یہی جذبۂ ایمانی ہر پاکستانی کے دل میں جگہ بنا (اور حکومت اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرے) تو مثل سابق کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔ لہٰذا ہم حکومت وقت سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ بزدلی کا راستہ ترک کردے۔ دلیرانہ اقدامات کرے جن سے کسی بھی جارح کو منہ توڑ جواب دیا جاسکے، اسلئے کہ رب کائنات کا اعلان ہے

وقاتلوا فى سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا ط (البقرہ:۱۹۰)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے مت بڑھو

نیز فرمایا:

كتب عليكم القتال وهو كره لكم وعسٰى ان تكرهوا شيا وهو خير لكم وعسىٰ ان تحبوا شيا وهو شر لكم والله يعلم و انتم لا يعلمون O (البقرہ:۲۱۶)

ترجمہ: خدا کی راہ میں لڑنا تم پر فرض کیا گیا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگی اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو کیونکہ حقیقت کا علم اللہ کو ہے تمہیں نہیں ہے۔

اس کے علاوہ ہم ملکی بقاو سلامتی اور تحفظ کیلئے مندرجہ ذیل اقدامات کی بھرپور سفارش کرتے ہیں۔

۱: امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی نام نہاد 'دہشتگری کے خلاف جنگ' سے قطع تعلق کیا جائے۔

۲: پاکستانی افواج کا قبائل میں اپنے بھائیوں کے خلاف فوجی آپریشن فی الفور بند کیا جائے اور بذریعہ مذاکرات امن وامان کی بحالی کو یقینی بنایا جائے۔

۳: جن علاقوں میں امریکی جارحیت جاری ہے۔ اپنی فوج کو منہ توڑ جواب دینے کا حکم دیا جائے۔

۴: طورخم اور چمن کے راستے افغانستان میں امریکی، نیٹو اور افغانی افواج کو مختلف النوع ساز و سامان کی فراہمی روک دی جائے۔

۵: پاکستان جنگ کی صورت میں ایٹمی میزائل حملوں کی دھمکی دے۔ محض دھمکی یا عالمی ایٹمی جنگ کا خوف سفاک بش اور مغربی قوتوں کے دماغ ٹھکانے لگانے کیلئے کافی ہوگا:

۶: صدر زرداری اپنی امریکہ نواز پالیسی پر عوام کے عدم اعتماد کا ازالہ کریں اور ملکی دفاع کیلئے ایٹمی جنگ سے دریغ نہ کرنے کا خود اعلان کریں۔ ہمارے ان اقدامات سے بین الاقوامی برادری بھی امریکہ پر دباؤ ڈالنے پر مجبور ہوگی اور یوں امریکہ اپنی حرکتوں سے باز رہے گا۔

اب ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے مخاطب ہیں:

اے کرۂ ارض پر لا الہ الا اللہ کہنے والے مسلمانو! محمد عربی ﷺ کے سچے غلامو! امریکہ، برطانیہ اور اسکی اتحادی سامراجی قوتوں نے مسلمانوں کی غیرت اور حمیت کو آج پھر للکارا ہے۔ دشمن تمہیں نگلنا چاہتے ہیں۔ یہ اغیار ہماری سلامتی کو ہڑپ کر لینا چاہتے ہیں، یہ طاغوتی طاقتیں دین اسلام اور ارض پاکستان کے خلاف ہمہ وقت سازشیں کر کے اسے نقصان پہنچانے کا عندیہ دیتی رہتی ہیں۔ لیکن اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ ہم خود کو عاشق رسول کہتے اور سمجھتے ہیں۔ ہم محب وطنی، باضمیر اور غیرتمند قوم ہیں۔ ہم یہ سب برداشت نہیں کر سکتے۔ لہذا اے وطن عزیز کے خیر خواہو، دانشورو، سیاستدانو، محنت کشو، مزدورو، نوجوانو! اٹھو اور اپنے اپنے سروں پر کفن باندھ کر پاک وطن کی نظریاتی سرحدوں اور ایک ایک انچ زمین کی حفاظت اور دشمن مسلح افواج کو دندان شکن شکست دینے کیلئے عملی طور پر اپنے اپنے حصے کا چراغ روشن کرو۔

آیئے مسلمانو! دین اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کیلئے، ملکی دفاع کو ناقابل تسخیر بنانے کیلئے، پاکستان کی آزادی کو ہڑپ کرنے والوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانے کیلئے، دکھی انسانیت کی خاطر خواہ خدمت کیلئے، دہشتگردی کی لعنت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کیلئے، ملک کی نظریاتی سرحدوں کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے والوں کی آنکھیں نکال دینے کیلئے، امریکہ، برطانیہ اور نیٹو کی مسلح افواج کے ناپاک ارادوں کے سومنات کو مسمار کرنے کیلئے متحد و متفق ہو کر آہنی دیوار بن جائیں اور جو کچھ کر سکتے ہیں کر گزریں، کیونکہ کڑے امتحان اور سخت آزمائش کی نازک گھڑیاں ہمارے سر پہ آن پہنچی ہیں، اے مسلمانو! اسی میں ہماری بقا اور فلاح ہے۔

آخر میں ہم بطفیل حبیب کبریا و اہل بیت مصطفیٰ ﷺ اور ان کے بعد تاجداران علی پور سیداں شریف، بالخصوص قیوم زمانی، قطب ربانی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب شاہ لاثانی، سید الاولیا، سند الاصفیاء، فخر الاتقیا پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی اور پھر اپنے ہادی و محسن، عارف معارف شریعت و طریقت، حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی • کے توسط سے دعا گو ہیں کہ رب اس ملک بلکہ جمیع عالم اسلام کا حامی و ناصر ہو اور ہر قسم کے اندرونی و بیرونی مصائب و حوادث سے اسکی حفاظت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

سگ بارگاہ حضور مفکر اسلام ۞

سعید آسوی

اتحاد ملت

کی ضرورت و صورت

قسط: 17

حضور مفکر اسلام
پروفیسر محمد حسین آسی
علیہ الرحمہ

مولانا مودودی کی فکری بنیاد: آپ نے جناب مولانا مودودی صاحب کے ان نظریات و افکار و تحقیقات کا مطالعہ فرمایا جن کا تعلق سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے ہے۔ آپ نے اس بات کو نوٹ کر لیا ہوگا کہ سرور دوسرا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے علیہ التحۃ والثناء نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی جن علامات کا ذکر فرمایا ہے۔ مودودی صاحب نے نام کے سوا انھیں چھوا تک نہیں، اور ان سب کو یکسر نظر انداز کر کے بالکل اپنی مرضی یا اپنے پروگرام کے مطابق ایک نیا مہدی تراش لیا ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جناب مولانا بات کے پکے ہیں اور کسی صورت بھی اپنے اصول سے انحراف نہیں کر سکتے۔ چونکہ ان کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے کوئی رہنمائی نہ لی جائے، حضرت چونکہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو جو علامات ملت اسلامیہ میں شہرت کا درجہ رکھتی ہیں، ان کا ماخذ یہی ذخیرے ہیں، لہٰذا ان سے گلو خلاصی ضروری ہے۔

ایک پرانی بات یاد آ گئی۔ ہمارے ایک دوست مرحوم جو کسی زمانے میں مولانا مودودی سے بہت قریب تھے اور تہذیب مغرب پر انکی یلغار سے بہت خوش تھے۔ ایک بار دوران گفتگو فرمانے لگے، مودودی صاحب سے آپ کو لاکھ اختلاف سہی، مگر ان کے دو کارناموں کا انکار نہیں کیا جا سکتا ایک یہ کہ انھوں نے اسلام کو جدید انداز میں پیش کیا ہے اور دوسرا یہ کہ انھوں نے تہذیب مغرب کے خوب لتے لئے ہیں۔ میں نے کہا' مجھے دونوں باتوں سے اختلاف ہے میرا موقف یہ ہے کہ انھوں نے 'اسلام' کو نہیں بلکہ جدید 'اسلام کو جدید رنگ میں پیش کیا ہے، قدیم اسلام پر نظر ثانی کی اور جو بات طبع نازک پر گراں گزری، اسے عرف عام کی زبان میں معاذ اللہ مسترد کر دیا۔ اب ان کا 'اسلام' گویا اسلام کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن ہے۔ یا یوں سمجھو' ناسخ و منسوخ، کا مسئلہ اب ایک جدید رخ اختیار کر گیا ہے۔ وہ بحثیں کہ حدیث کا نسخ آیت سے، آیت کا آیت سے یا حدیث کا حدیث سے بہت پرانی تھیں اور تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں میں تھیں لہٰذا 'مجدد کامل' کی نظر میں ان کی کیا حیثیت رہ جاتی تھی، اب نیا دور ہے اس دور میں نئے مفکرین کو نئے گل کھلانے چاہئیں۔ چنانچہ کسی آیت کے کسی مفہوم پر اگر ساری امت بھی متفق ہو اور حدیث کی کسی مراد پر اگرچہ اجماع بھی ہو، جناب مودودی صاحب کو 'حق' مل چکا ہے کہ تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں میں ہونے کے سبب جسے چاہیں 'منسوخ' فرما دیں۔ پھر آپ کو معلوم ہوگا یہ پرانا نسخ اخبار و واقعات سے تعلق نہیں رکھتا تھا بلکہ احکام تک محدود تھا۔ مثلاً رکوع و سجود میں جاتے ہوئے رفع یدین کا پہلے حکم تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا اور یہ حدیث سے حدیث کا نسخ ہے۔ خبر و واقعہ کا نسخ ہمیشہ خارج از بحث رہا۔ مگر جناب مودودی صاحب کی عظمت و ہمت دیکھئے، 'اخبار' تک کو منسوخ کر دیتے ہیں، جس کی ایک مثال یہی حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کی علامات ہیں، جو حدیث پاک میں مذکور ہیں۔ چنانچہ اب تک جس نے بھی امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، امت نے مجموعی طور پر انھیں علامات کی روشنی میں جھوٹے مدعی کا جھوٹا دعویٰ پہچان لیا۔ ان علامات کو مودودی صاحب بھی اپنی راہ میں حائل سمجھتے تھے لہٰذا قدیم اسلام کے اس عنوان کو انھوں نے ختم کر دیا اور نئے سرے سے اپنے امام مہدی کی علامات تصنیف فرما دیں۔ دوسر

ے کارنامے پر تبصرہ کرتے ہوئے میں نے عرض کیا، واقعی مولانا نے تہذیب مغرب کا بڑے زور سے کیا مگر افسوس اپنے خاندان کو اس کی یلغار سے نہ بچا سکے۔ 'ممکن ہے تہذیب مغرب کی اس قربان گاہ پر، باقی قوم کو بچانے کیلئے اپنے گھر کو بطور 'فدیہ' قربان کر دیا ہو۔ (گویا یہاں بھی ان کی نیت اچھی تھی) جس اصول کا یہاں بار بار تذکرہ ہوا ہے۔ آیئے بطور تبرک انھی کے الفاظ میں اسے بیان کریں

'قرآن اور سنت رسول ﷺ کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔ انکے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں جو قرآن اور سنت کے مغز کو پا چکے ہیں'۔ (تنقیحات، ایڈیشن نمبر ۲۹ صفحہ ۱۴۰)

بلا واسطہ دسترس: ظاہر ہے حضرت مودودی ان مغز پانے والوں میں سب سے پہلے نمبر پر ہیں۔ باقی مغز پانے والے وہی ہو سکتے ہیں جو ان کے فیض یافتہ ہوں۔ ورنہ ان سے پہلے امت کا کوئی فقیہ و مجدد اور مفسر و محدث بھی کتاب و سنت کا مغز نہیں پا سکا۔ اس لئے وہ تفسیر و حدیث کے تمام پرانے ذخیروں سے برأت کر چکے ہیں۔ اس 'مغزیابی' کے لئے قرآن و سنت تک بلا واسطہ دسترس ضروری ہے، چنانچہ اسی کتاب میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں

''جب تک مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ قرآن و سنت تک بلا واسطہ دسترس حاصل نہ کرے گا، اسلام کی روح کو نہ پا سکے گا، نہ اسلام میں بصیرت حاصل کر سکے گا۔ وہ ہمیشہ مترجموں اور شارحوں کا محتاج رہے گا'' (تنقیحات۔ ۲۲۸)

غور فرما رہے ہیں آپ، مولانا قرآن و سنت تک بلا واسطہ دسترس حاصل کرنے کے لئے کتنے بیتاب ہیں اور ان کے نزدیک اسلام کی روح یا ان کے دوسرے لفظوں میں مغز پانے کا یہی طریقہ ہے۔ اب صحابہ کرام، تابعین وغیرہ جو تفاسیر و احادیث اکٹھی کرتے رہے اور بعد والوں تک پہنچاتے رہے، ان کے اور ان کے تلامذہ کے علمی ذخیرے کتاب و سنت کی روح و مغز پانے میں حائل ہیں۔ انھیں آیات قرآنی کی تفسیریں اور حدیث کی روایتیں اپنے سینوں میں لے کر مزارات میں پہنچ جانا چاہئے تھا، نہ یہ کہ ایک دوسرے سے سیکھنے سکھانے اور سننے سنانے کے انتظامات کے لئے مجالس و مدارس کا اہتمام کرتے کیونکہ ان کی ایسی کاوشوں کے مولانا مودودی کے مطابق منفی اثرات ہوئے ہیں اور قوم کتاب و سنت کی روح سے دور ہو گئی ہے۔ ہاں ہاں تعلم و تعلیم کے لئے محنت شاقہ برداشت کرنے کی بجائے انگریزی دور کا انتظار کرنے چاہئے تھا کہ پروفیسر صاحب صاحبان پیدا ہوں تاکہ طرز جدید پر قرآن پڑھا سکیں۔ چنانچہ ارشاد عالی ملاحظہ ہو

''قرآن کیلئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں۔ ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا ہو اور طرز جدید پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو، (تنقیحات، ص: ۲۳۶)

مولانا کی اپنی تفسیر: دیکھئے مولانا کس 'خلوص' سے ان تفسیروں کے خلاف 'جہاد' کر رہے ہیں جو صدیوں سے مسلمانوں میں رائج ہیں اور جنھیں مسلمان قرآن و سنت سے 'دور' ہونے کی وجہ سے احترام و اعتبار کی نظر سے دیکھتے رہے ہیں۔ مولانا کے نزدیک عام مسلمانوں کے برعکس، ان بزرگوں نے تفسیریں لکھ کر (یا حدیثوں کے ذخیرے جمع کر کے) کوئی قابل قدر کارنامہ سرانجام نہیں دیا بلکہ امت مسلمہ کی منزل کھوٹی کر دی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر خود مودودی صاحب کو تفسیر لکھنے کا کیا حق تھا اور انھوں نے جب خود یہ فرما دیا تھا کہ 'قرآن کے لئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں'۔ تو تفسیر لکھنے کی کیوں ضرورت محسوس کی اور اس 'بدعت' کا ارتکاب کیوں کیا؟ اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ مولانا کتاب و سنت کا مغز پا چکے ہیں اور ان سے پہلے لوگ چونکہ مغز نہیں پا سکے تھے لہٰذا مودودی صاحب کو تو تفسیر لکھنے کا حق تھا، انھیں ہرگز ایسا حق حاصل نہیں تھا۔ یہ ہے تفسیر کے بارے مودودی صاحب کا نقطہ نظر، اب اپنے آقا و مولا، اللہ کے سب سے بڑے اور سب سے آخری رسول اکرم ﷺ کا ارشاد سنئے

من قال فی القران برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار (مشکوٰۃ کتاب العلم بحوالہ ترمذی)

ترجمہ: جس نے قرآن میں اپنی رائے چلائی، وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنالے

ایک اور ارشاد

من قال فی القرآن براء یہ فاصاب فقد اخطا (مشکوٰۃ کتاب العلم بحوالہ ترمذی وابوداؤد)

ترجمہ:۔ جس نے قرآن کریم (کے مفاہیم) میں اپنی رائے کو دخل دیا اور مفاہیم تک رسائی بھی حاصل کر لی، جب بھی غلطی کا ارتکاب کیا۔

دونوں مقدس حدیثوں کے پیش نظر مودودی صاحب کے 'مغز پانے' کا جائزہ لیا جائے تو ارشاد رسالتماب ﷺ کی روشنی میں علم تفسیر کا وہ ورثہ جو صدرِ اسلام سے چلا آرہا ہے اتنا اہم ہے کہ اسے چھوڑ کر اگر قرآن فہمی کی کوشش کرنے والا قرآن کی کسی آیت کے بارے میں درست بات بھی کر دے تو بات کے درست ہونے کے باوجود اس کی یہ روش پسندیدہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس کے طرز علم وعمل کی بنیاد ہی 'خود رائی' پر ہے اور اس کی اسلام میں قطعاً اجازت نہیں۔ کیسی تنبیہ ہے مگر مولانا مودودی صاحب اسے تسلیم نہیں کرتے بلکہ اختلاف کرتے ہیں۔

ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جناب مودودی تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں سے (معاذ اللہ) اپنی بیزاری کے باوجود کیا انھیں بالکل نظر انداز کرتے ہیں یا کہیں کہیں ان سے کوئی استفادہ بھی کرتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ہاں مولانا کہیں کہیں ان ذخیروں سے ضرور کوئی اقتباس قبول کر لیتے ہیں مگر یہ مقام وہ ہوتا ہے جہاں انھیں اپنے نبی محترم ومحتشم، رسولِ اعظم واکرم ﷺ کے علم کا انکار مقصود ہوتا ہے، یا ان کی کسی اور فضیلت سے سرتابی مطلوب ہوتی ہے۔ معاذ اللہ ان کی عصمت پر حملہ کرنا ہوتا ہے یا معاذ اللہ اپنے زعم کے مطابق ان کی رائے کو (معاذ اللہ) کمزور ثابت کرنا ہو۔ یا پھر اس کے بعد کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی امانت و دیانت کے خلاف دلیل لانا ہو۔ یوں سمجھئے تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں میں ہزاروں روایات اللہ کے محبوب اعظم ﷺ کے گن گاتی ہیں نیز صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار (رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل بیان کرتی ہیں مگر مودودی صاحب کو ان سے کوئی غرض نہیں، یہ سب ان کے نزدیک غیر معتبر اور اسلام کے مغز وروح کے خلاف ہیں۔ ہاں جہاں وہ اپنی محققانہ ومجتہدانہ بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے والی امت ﷺ اور پاکان امت رضی اللہ عنہم کی عظمتوں کے خلاف زہر افشانی کر رہے ہوں تو ایسی ہر روایت معتبر اور مستند ہو جاتی ہے۔ روایات میں اگر کہیں تضاد نظر آتا ہو تو بزرگان سلف کی طرح ان میں تطبیق کی کوشش انھیں پسند نہیں۔ ہاں اگر کہیں 'ابہام' نظر آتا ہے تو اسے وہ راوی کی طرف نہیں بلکہ حضور پر نور ﷺ خود کی طرف لوٹاتے ہیں۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ یعنی روایت کو کیوں تسلیم کیا، صرف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حضور پر نور ﷺ کا فیصلہ قطعی نہیں تھا اور وہ اس لئے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضور ﷺ کا علم قطعی نہیں تھا۔ ایمان کی رو سے خصوصاً امتی کے لئے اس سے زیادہ شقاوت وقساوت کیا ہو سکتی ہے اور اسے منافقت کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ تفسیر وحدیث کے سارے پرانے ذخیرے بیکار، مگر ان میں صرف وہ روایات معتبر جن سے گستاخ رسول کو گستاخی کا موقع مل جاتا ہے۔

اتحاد کے نام پر انتشار: ہمارے ہاں علمائے اہل سنت، علمائے دیوبند اور غیر مقلد حضرات سب جن فضائل نبوت پر متفق ہیں اور جنھیں یہودیت ونصرانیت کے مقابلے میں اسلام کا امتیازی وصف کیا جا سکتا ہے، مولانا مودودی اکثر ان کے بھی منکر ہیں، مثلاً عقائد کے بیان میں عصمت نبو کے بارے میں ان تین گروہوں میں کسی کو بھی انکار نہیں مگر مودودی صاحب جو اتحاد ملت کا نعرہ لگا کر میدان میں اترے تھے، عصمت کے اجماعی عقیدے سے بھی باغی ہیں۔ انھیں عصمت سے انکار نہیں بلکہ عصمت کے معروف شرعی تصور سے انکار ہے۔ نجانے! مولانا مودودی صاحب کو امت کے لئے اس روش میں کیا فائدہ نظر آیا۔ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے فضائل وکمالات کے انکار کرنے کرانے نجانے اسلام کو کیا تقویت ملی اور ملتی ہے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ باغیان رسول ﷺ کے اپنے نفس ملعون کی تسکین ہو جاتی ہے اور مودودی صاحب امت کو والی امت ﷺ سے دور کر کے خود کو عملاً مرکز ملت منوانے میں کچھ کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ ان کے جیالوں کو آیات وروایات سناتے جائیں۔ عملاً ان کے نزدیک اصل فیصلہ وہی ہے جو مودودی صاحب کر چکے ہیں۔ مثلاً حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور پر نور ﷺ کے ارشادات بھی آپ دیکھ چکے ہیں اور مودودی صاحب کا نقطہ نظر بھی ظاہر ہے جو دل سے کلمہ پڑھتا ہے، اس کے نزدیک تو اللہ کے حبیب اعظم ﷺ کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہے اور جان بوجھ کر اسے پس پشت ڈالنا کفر صریح کے مترادف ہے یعنی کسی کو حضور ﷺ کے فیصلے کے مقابلے میں کسی اور کا فیصلہ

منظور ہے تو فرمایئے کلمہ پڑھنے کا مقصد کیا اور نبی کو نبی علیہ ولصلوۃ والسلام ماننے کا کیا مطلب رہ گیا۔ جس شخص کا فیصلہ بھی حضور پر نور ﷺ کے فیصلے کے خلاف ہے اس کے منہ پر دے مارنے کے لائق ہے اور مومن کے نزدیک ایسا شخص جو اپنے ایسے فیصلے پر اصرار کرتا ہوا اپنے دور کا شیطان ہے۔ مردود ہے، فرعون ونمرود ہے۔ آپ اسی معیار پر پرکھ لیجئے اور جماعت اسلامی کے کسی بھی فرد کو پوچھ کر دیکھ لیجئے کہ حضور پر نور ﷺ کے فیصلے کے خلاف مودودی صاحب کو فیصلہ کرنے کی جرأت کیونکر ہوئی۔ مودودی صاحب کی تحریر پھر پڑھ کر دیکھ لیجئے، بار بار انھیں اپنے اندازوں کے حوالے سے ہی اپنا نقطہ نظر پیش کرنا پڑا ہے۔ یوں سمجھئے چودہ صدیوں میں ایک مجتہد ومفکر ومجدد بھی وہ جرأت نہیں کرسکا، جو مودودی صاحب نے کی ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہاں ہاں یہ مقام نبوت سے صریحاً بغاوت ہے مگر مودودی صاحب اور ان کے جیالوں کے لئے اس میں کوئی حیرت وتعجب کی بات نہیں، کیونکہ ان کا یہ طرز علم وایمان ہے۔

اس موقعے پر یہ فیصلہ بھی کر لیجئے کہ مولانا مودودی صاحب کے فکر سے فتنۂ انکار حدیث کتنے قدم دور ہے۔ کہتے ہیں کہ دور حاضر میں حجیت حدیث کا سب سے بڑا منکر غلام احمد پرویز بھی کسی زمانے میں مودودی صاحب کے ترجمان القرآن میں مضمون لکھا کرتا تھا۔ بلکہ کہیں کہیں آپ انکار حدیث میں آپ کا انداز پرویز سے بھی زیادہ جارحانہ اور گستاخانہ ہوجاتا ہے مثلاً ایک جگہ اور بکتے ہیں

'اصول روایت کو تو چھوڑیئے کہ اس دور تجدید میں اگلے وقتوں کی بکواس کون سنتا ہے' (مودودی صاحب اور ان کی تحریرات کے متعلق چند اہم مضامین، بحوالہ ترجمان القرآن ج:۱۴ص۱۱۱)

مودودی اور دجال: آیئے اب دجال کے بارے میں مودودی صاحب کے 'فکر بلند' کا جائزہ لیں۔ یاد رہے اس سلسلے میں اہل سنت، علماء دیوبند اور غیر مقلدین نے جو نتائج اخذ کئے ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سب کے نزدیک اس کا آنا یقینی ہے اور اس کا ظہور سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام آسمان سے انھیں کے زمانے میں نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

''امام قرطبی نے اپنی مشہور کتاب التذکرہ میں لکھا ہے کہ دجال کی بابت جن سوالات کے تفصیلی جوابات حدیث میں آچکے ہیں، وہ یہ ہیں:۔

اس کی حقیقت، سبب خراج، محل خروج، وقت خروج، شکل وصورت، ساحرانہ کرشمے، اس کا دعویٰ، اس کے قاتل اور وقت قتل کی تعیین اور یہ بحث بھی کہ وہ ابن صیاد ہے یا کوئی اور، اس بحث سے اس مسئلہ کا فیصلہ بھی ہوجاتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں موجود تھا یا نہیں۔ (ترجمان السند بحوالہ فتح الباری)

آپ مودودی صاحب کی تحریریں پڑھیں تو آپ کو خود محسوس ہوجائے گا جہاں کہیں بھی کسی روایت سے ان کو یہ شہ مل سکے کہ حضور ﷺ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا، ان کے دل کا سرور قلم سے ٹپکا پڑتا ہے گویا ان کا مقصود انھیں حاصل ہوگیا۔ وہاں انھیں، جیسا کہ اوپر گزرا، اس تحقیق سے بھی کوئی دلچسپی نہیں رہتی کہ سند کیسی ہے اور محدثین کے نزدیک اس کی حیثیت کیا ہے۔ حق یہی ہے کہ پسند خاطر نہ ہوتو بخاری ومسلم کی روایات کا بھی، جنھیں سب نے متفقہ طور پر تسلیم کیا ہے، سرے سے انکار کردیں، اور ماننے پر آجائیں تو بزعم خویش 'مزاج شناس' رسول ہونے کی بنا پر ضعیف سے ضعیف روایت کو بھی قبولیت سے معاذ اللہ نواز دیں۔ مگر اس ضعیف سے ضعیف روایت کے لئے حضور پر نور ﷺ یا کسی بھی نبی ورسول علیہ السلام یا کسی بھی دوسرے مقبول بارگاہ خداوندی کی فضیلت کے انکار پر مشتمل ہونا ضروری ہے بلکہ توڑ موڑ کر کسی نہ کسی بہانے انکار کے مضمون کا شائبہ پیدا ہو سکتا ہوتو بھی برداشت ہوسکتی ہے۔ چنانچہ حدیث پاک کے بارے میں ان کا معیار انھیں کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

''آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے، ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔ ہمارے نزدیک سند کسی حدیث کی صحت معلوم کرنے کا واحد ذریعہ نہیں ہے بلکہ وہ ان ذرائع میں سے ایک ہے جن سے کسی روایت کے حدیث رسول ﷺ

ہونے کا ظن غالب حاصل ہوتا ہے۔اس کے ساتھ ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ متن پر غور کیا جائے ،قرآن وحدیث کے مجموعی علم سے ہمیں دین کا جوفہم حاصل ہوا ہے، اس کا لحاظ بھی کیا جائے اور حدیث کی وہ مخصوص روایت جس معاملہ سے متعلق ہے، اس معاملہ میں قوی تر ذرائع سے جوسنت ثابتہ ہمیں معلوم ہو، اس پر بھی نظر ڈالی جائے۔علاوہ بریں اور بھی متعدد پہلو ہیں جن کا لحاظ کئے بغیر ہم کسی حدیث کی نسبت نبی کی طرف کر دینا درست نہیں سمجھتے (رسائل ومسائل حصہ اول)

نوٹ: اسی بنا پر وہ تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں کو بیکار سمجھتے ہیں۔

اب آیئے دجال کے بارے میں ان کی تحقیق انیق کی طرف، بعض روایات کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں "ان مختلف روایات پر جو شخص بھی مجموعی نظر ڈالے گا وہ اگر علم حدیث اور اصول دین سے کچھ بھی واقف ہو تو اسے یہ سمجھنے میں کوئی زحمت پیش نہ آئے گی کہ اس معاملہ میں حضور ﷺ کے ارشادات دو اجزا پر مشتمل ہیں:

جز واول یہ کہ دجال آئے گا، ان صفات کا حامل ہوگا اور یہ فتنے برپا کرے گا۔یہ بالکل یقینی خبریں ہیں جو آپ نے اللہ کی طرف سے دی ہیں۔ان میں کوئی روایت دوسری روایت سے مختلف نہیں۔

جز ودوم یہ کہ دجال کب اور کہاں ظاہر ہوگا اور وہ کون شخص ہے۔اس میں نہ صرف یہ کہ روایات مختلف ہیں بلکہ اکثر روایات میں شک اور شبہ اور گمان پر دلالت کرنے والے الفاظ بھی مروی ہیں۔مثلاً ابن صیاد کے متعلق آپ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانا، کہ اگر دجال یہی ہے تو اسکے قتل کرنے والے تم نہیں ہو اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو تمہیں ایک معاہد کو قتل کرنے کا کوئی حق نہیں۔یا مثلاً ایک حدیث میں آپ کا یہ ارشاد کہ "اگر وہ میری زندگی میں آ گیا تو میں حجت سے اس کا مقابلہ کروں گا ورنہ میرے بعد میرا رب تو ہر مومن کا حامی وناصر ہے ہی"۔(رسائل ومسائل حصہ اول زیر عنوان تحقیق حدیث دجال)

جناب مودودی صاحب کے ارشاد عالی کے اولین جملے کو سامنے رکھئے اور انھوں نے 'علم حدیث اور اصول دین سے کچھ بھی واقفیت' کا جو ذکر فرمایا ہے، ان کے اپنے فکر کی روشنی میں کتنا مضحکہ خیز ہے۔نجانے علم حدیث اور اصول دین سے واقفیت کا جو ذکر انھوں نے کیا ہے اس سے ان کی کیا مراد ہے۔کیونکہ علم حدیث اور اصول دین سے واقفیت والے دوسرے حضرات تو ان کے نزدیک معتبر ہی نہیں۔وہ تو اس سلسلے میں امام بخاری اور امام مسلم جیسی شخصیات کی تحقیقات کی پروا بھی نہیں کرتے اور گاندھی کی طرح انھیں جو مخصوص باطنی نور (Inner light) حاصل رہا ہے، اس کی روشنی میں تو بڑے سے بڑے مجتہد ومجدد حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ان کے علمی وتحقیقی معیار پر پورے نہیں اترے۔

خیال فرمایئے:۔اگر ارشادات کا جز واول شک وشبہ سے بالاتر اور بالکل یقینی خبروں پر مشتمل ہے تو مودودی صاحب یوں کہنے میں کس حد تک حق بجانب ہیں "یہ کانا دجال وغیرہ تو افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں" (رسائل ومسائل حصہ اول)

رہ گیا ارشادات کے جز ودوم کے بارے میں مودودی صاحب کی فکری بنیاد، تو اس سلسلے میں انھیں کے الفاظ میں سنئے

"یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ (دجال) کب ظاہر ہوگا کہاں ظاہر ہوگا اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے"

ان الفاظ میں مودودی صاحب کا انداز کتنا جارحانہ وباغیانہ وجاہلانہ ہے۔جناب 'والا' کو کیونکر معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو یہ علم نہیں دیا۔کیا اللہ نے قرآن حکیم میں اس کی وضاحت کی یا حضور پر نور ﷺ نے اعلان کیا کہ فلاں فلاں چیز کا مجھے علم نہیں۔معاذ اللہ یہ بعض رسول نہیں تو کیا ہے۔ہزار ہا حکمتیں ہوتی ہیں علم ظاہر نہ کرنے کی، مگر دشمن بد بخت کو ایک ہی بات کا علم ہے کہ حضور (ﷺ) کو علم نہیں۔کاش منہ پھٹ حضرات کو یہ علم ہوتا کہ بعض اوقات تقدیر کا کوئی راز معلوم ہوتے ہوئے بھی اسے ظاہر نہ کرنا حکمت کا تقاضا بھی ہوسکتا ہے (جو ایسے مواقع

پر یقیناً ہے) کاش اسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے قرآن پر ہی ایمان ہوتا جس کا واضح اعلان ہے

وعلمک ما لم تکن تعلم (النساء: ۱۱۳)

ترجمہ: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

میں پوچھتا ہوں، دجال کے ظہور کا علم اگر نہیں تھا تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے وقت نزول کا علم بھی تھا یا نہیں۔ یا آپ لوگوں کے خیال میں ایسا کوئی علم بھی حضور ﷺ کو نہیں دیا گیا۔ جس سے آپ لوگوں کو محروم رکھا گیا ہے۔ (کیسی شرم کی بات ہے کہ کسی بھی پست ہمت و پست فطرت کو جس بات کا علم نہیں، اسے یہ کہتے ہوئے تو شرم آئے کہ مجھے فلاں بات کا علم نہیں یا میں فلاں بات نہیں سمجھ سکا، مگر یہ بات کہتے قطعاً حیا نہیں آتی کہ حضور ﷺ کو فلاں بات کا علم نہیں تھا حضور ﷺ کے علم کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور منافقین کے عقیدے اور فکر میں یہی فرق تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ، بات بات پر **اللــه و رسولــه اعلم** (یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے) کہا کرتے تھے مگر منافقین کا نتیجۂ فکر یہی ہوتا تھا کہ حضور (ﷺ) معاذ اللہ کچھ نہیں جانتے۔ چنانچہ ان کی منافقت کا 'شعائر' یہ جملہ تھا **مــا یــدریــد بالغیب** (ان کو غیب کی کیا خبر)

تفسیر در منثور، طبری عن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق ایک ایسے ہی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

ولـئـن سا لتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب ط قل ابا للہ و ایتہٖ و رسولہ کنتم تستھزون o لا تعتذ روا قد کفر تم بعد ایمانکم ط (سورہ توبہ:۸)

ترجمہ: اور (اے محبوب) اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے، مسلمان ہو کر

سوچئے جب حضور اکرم ﷺ بار بار تصریح فرما رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال اکبر کو قتل کریں گے تو ظاہر ہے وہ آسمان سے اتر کر ہی یہ فریضۂ خداوندی سرانجام دیں گے، پھر روایات سے یہ بھی واضح ہے کہ وہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے دور میں نازل ہوں گے۔

ابن صیاد کو قتل کرنے سے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کا روکنا مودودی صاحب کے وہم و زعم کے مطابق (معاذ اللہ) شک کی بنا پر تھا بالفاظ دگر حضور پر نور ﷺ کے علم قطعی کو شک و شبہ سے متصف کرنا 'مجدد کامل' کو ہی زیبا دیتا ہے ورنہ ان سے پہلے جتنے بھی 'ناکامل' مجدد دین آئے، یہ جرأت نہ کر سکے اور کرتے بھی کیوں، وہ تو اپنے اپنے دور میں اور اپنے اپنے ماحول میں بڑھ چڑھ کر حضور پر نور ﷺ کے فضائل و کمالات کے گن گاتے رہتے تھے اور اسی کو حاصل زندگی سمجھتے تھے۔ مگر افسوس اس 'مجدد کامل' کی ساری زندگی محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی عظمتوں کے خلاف محاذ آرائی کرتے گزر گئی اور آخر تک عشق رسول ﷺ کے 'عین تک' سے نابلد رہے۔

غور فرمائیے جب حضور ﷺ وضاحت فرما رہے ہیں کہ دجال اکبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے اور ظاہر ہے وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور ﷺ کی لاعلمی ثابت کرنا کتنا شرمناک اور مبنی بر بغض و انکار ہے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دجال کا خروج وغیرہ قیامت کی علامات کبریٰ میں شامل ہیں اور علامات کبریٰ (یعنی بڑی بڑی علامات) وہی ہیں جو قیامت کے بالکل قریب اور پے در پے ظاہر ہوں گی۔ ان چمکتے ہوئے حقائق کے باوجود مودودی صاحب کا رٹ لگانا کہ حضور ﷺ کا علم شک و شبہ سے پاک نہیں تھا، بہت افسوس ناک جرأت اور پرلے درجے کی حماقت و شقاوت و قساوت ہے۔

مودودی صاحب کا انتہائی زہریلی انداز ملاحظہ ہو۔

'ان امور کے متعلق جو مختلف باتیں حضور ﷺ سے احادیث میں منقول ہیں، ان کا اختلاف مضمون خود بھی یہ ظاہر کرتا ہے اور حضور ﷺ کے طرز کلام سے بھی یہی مرشح ہوتا ہے کہ وہ آپ نے بر بنائے وحی نہیں بلکہ بر بنائے ظن و قیاس ارشاد فرمائی ہیں۔ کبھی آپ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ دجال خراسان سے اٹھے گا، کہیں یہ کہ اصفہان سے اور کبھی یہ کہ شام وعراق کے درمیانی علاقہ سے۔ پھر کبھی آپ نے ابن صیاد نامی اس یہودی بچے پر جو مدینہ میں (غالباً ۲ یا ۳ ھ میں) پیدا ہوا تھا، یہ شبہ کیا کہ شاید یہی دجال ہو اور آخری روایت یہ ہے کہ ۹ ھ میں جب فلسطین کے ایک عیسائی راہب (تمیم داری) نے آ کر اسلام قبول کیا اور آپ کو یہ قصہ سنایا کہ ایک مرتبہ وہ سمندر میں (غالباً بحر روم یا بحر عرب میں) سفر کرتے ہوئے ایک غیر آباد جزیرے میں پہنچے اور وہاں ان کی ملاقات ایک عجیب شخص سے ہوئی اور اس نے انھیں بتایا کہ وہ خود ہی دجال ہے تو آپ ﷺ نے ان کے بیان کو غلط باور کرنے کی کوئی وجہ نہ سمجھی، البتہ اس پر اپنے شک کا اظہار فرمایا کہ اس بیان کی رو سے دجال، بحر روم یا بحر عرب میں ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا'

علم نبوت کو معاذ اللہ غیر قطعی اور 'الصادق' اور 'الامین' کی زبان حق ترجمان کو معاذ اللہ غیر معتبر ثابت کرنے کے لئے کسی عیسائی مستشرق یا کسی سوامی دیانند کا نہیں بلکہ اس کا قلم ہے جو اپنے بارے میں مزاج شناس رسول ﷺ، اسلام کا کامل ترین مجدد اور اتحاد ملت کا داعی ہونے کا تاثر دینا چاہتا ہے۔ کاش اسے ایمان کا کچھ نور، قرآن پاک کا کچھ علم اور ادب کی کچھ چاشنی بھی نصیب ہوتی۔ کاش اسے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کا ذکر کرنے کا کچھ سلیقہ آ سکتا۔ کم از کم ایسا ہوتا تو وہ روایات جن سے کسی کو بھی ابہام نہیں ہوا، اسے بھی نہ ہوتا اور جہاں تطبیق ضروری ہوتی، وہاں تطبیق دیتا، اس کے برعکس یہ کیسی جسارت ہے کہ جہاں کسی نے ابہام کی شکایت نہیں کی، وہاں ساری امت کے خلاف حضرت مودودی کو ہی اختلاف محسوس ہوتا ہے۔ یہ مضمون بہت سی احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ اس کی دجالیت کا دورانیہ ظہور چالیس دن ہوگا، جن میں پہلا دن ایک سال، دوسرا ایک مہینہ، تیسرا ایک ہفتے کے برابر اور باقی دن عام معمول کے ہوں گے۔ اس عرصے میں اس کی سیر کیا عالم ہوگا'

اسی سے سنئے!

فا سیر فی الارض فلا ادع قریۃً الا حبطتھا فی اربعین لیلۃ غیر مکۃ وطیبہ ھما محر متان علیٰ کلتا ھما۔ (مسلم)

ترجمہ: پس میں نکل کر زمین میں پھروں گا اور چالیس دنوں کے اندر کوئی ایسی بستی نہیں رہے گی جس میں نہ اتروں سوا مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے کہ وہ دونوں مجھ پر حرام ہیں۔

جب ہر بستی میں اترے گا تو ظاہر ہے ہر بستی سے نکلے گا، تو اس کی صورت میں خصوصیت سے اگر وہ تین اہم مقامات کا ذکر آ جائے اور وہ بھی ایسے کہ سب مدینہ منورہ سے مشرق میں ہوں اور باہم قریب تر ہوں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ خراسان ایران ہی کا ایک علاقہ ہے، اصفہان بھی اسی کا شہر ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے شام وعراق بھی زیادہ دور نہیں۔ پھر مشہور روایت کے مطابق شام وعراق کے درمیانی علاقے سے اس کا ظہور ہوگا تو مشرق میں واقع اور باہم قریب ہونے کی بنا پر آسانی سے یہ مراد لی جا سکتی ہے کہ ظہور عام سے کچھ پہلے یا بعد اس کا پھیرا قریب کے علاقوں میں ہو جائے گا، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت تمیم داری کا واقعہ: حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے واقعے سے مولانا بہت بدکے ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے دجال کی بات سن کر ایک عظیم وجلیل راہب کو اسلام کی صداقت کا یقین ہو جاتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے سب سے بڑے دشمن سے جو قدرت خداوندی سے ایک غیر آباد جزیرے میں جکڑا ہوا ہے حضور اکرم ﷺ کی مدح وثناء سن کر دائرہ اسلام آ جاتا ہے مگر مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے والا 'مجدد کامل' اس واقعے سے بھی ذرہ بھر متاثر نہیں ہوتا، الٹا اس واقعے کو مشکوک قرار دینا چاہتا ہے جسے اور تو اور خود زبان رسالت نے اپنی حقانیت کی دلیل ٹھہرا کر اپنے صحابہ و

صحابیات رضی اللہ عنہم کے دلوں کو مزید سرور و اطمینان سے نوازا۔ یہیں سے یہ حقیقت کھل کے سامنے آجاتی ہے کہ مزاج شناس رسول ہونے کا تاثر دینے والا کیسی الٹی کھوپڑی اور اوندھی عقل کا مالک ہے۔ زحمت نہ ہو تو سوچئے ایک طرف رسول عربی و محبوب مدنی ہیں ﷺ جو مدینہ منورہ میں دجال کے حالات بیان فرما رہے ہیں اور دوسری طرف وہ خود دجال ہے، جو محض قدرت خداوندی سے کسی دور دراز ایک جزیرے میں ایک غیر مسلم انسان کو مل جاتا ہے اور ہو بہو وہی تفصیلات بیان کرتا ہے تو اللہ کے سچے نبی ﷺ کی نبوت کی کتنی واضح دلیل ہے مگر ازلی دشمن کو اس سے کیونکر مطمئن کیا جا سکتا ہے یہ تو اس زمرۂ باطلہ میں شامل ہے، جس کی تعریف ہی قرآن پاک میں صم بکم عمی (یعنی بہرے، گونگے، اندھے) کے الفاظ میں فرمائی گئی ہے۔

حدیث تمیم داری رضی اللہ عنہ کے آخری جملے کا ترجمہ جو مودودی صاحب نے کیا ہے۔ پھر ایک بار دیکھ لیں

''وہاں ان کی ملاقات ایک عجیب شخص سے ہوئی اور اس نے انھیں بتایا کہ وہ خود ہی دجال ہے تو آپ ﷺ نے ان کے بیان کو بھی غلط باور کرنے کی کوئی وجہ نہ سمجھی، البتہ اس پر اپنے شک کا اظہار فرمایا کہ اس بیان کی رو سے دجال بحر روم یا بحر عرب میں ہے مگر خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا''

غور کیجئے کتنا زور لگایا جا رہا ہے کہ نبی ﷺ کے علم کو غیر یقینی اور مشکوک قرار دینے پر، جماعت اسلامی والوں سے نہیں ذوق اسلامی والوں سے پوچھتا ہوں کہ اسلام کے سچے مبلغ اور ترجمان سے کیا یہی توقع ہوتی ہے کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات کو مشکوک ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دے۔ آہ ظالم کو اس حقیقت کی خبر نہیں کہ نبی کا علم مشکوک ہو جائے تو ایک فلسفی یا ایک سائنسدان سے زیادہ اس کی کیا حیثیت رہ جائے گی اور قرآن پاک یا اسلام بلکہ خدا کی توحید پر ایمان لانے کے لئے کونسی دلیل کارآمد ہوگی۔ ہاں سائنسدان کے فیصلے بدلتے رہتے ہیں، فلسفی کی تحقیق بھی ایک حال پر نہیں رہتی۔ یہ نبی علیہ السلام کی ذات پاک ہوتی ہے، جس کی بات اٹل ہو کیونکہ عالم غیب کی اٹل حقیقتوں سے اسی کی زبان کو تعارف کرانا ہوتا ہے اور ایمان بالغیب کی بنیاد صرف اور صرف اس کی زبان کا بیان ہی ہوتا ہے۔

برسوں فلاسفہ کی چناں و چنیں رہی
لیکن نبی (ﷺ) کی بات جہاں تھی، وہیں رہی

مودودی صاحب کے ان الفاظ کو ذرا سامنے رکھئے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور کیا کہنا چاہتے ہیں۔

'تو آپ نے ان کے بیان کو بھی غلط باور کرنے کی کوئی وجہ نہ سمجھی،

دیکھا آپ نے؟ یعنی معاذ اللہ بیان تو غلط تھا مگر حضور ﷺ نے اسے غلط باور کرنے کی کوئی وجہ نہ سمجھی (کیونکہ بزعم مودودی حضور ﷺ کو اس کا یقینی و حتمی علم نہیں دیا گیا تھا۔ حالانکہ پوری حدیث پڑھ لیں۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے بیان کو قطعاً مشکوک نہ ٹھہرایا بلکہ حاضرین سے ایک ایک جملے پہ فرمایا کیا میں نے ایسا نہیں کہا تھا' کیا میں نے یوں بیان ہی نہیں کیا تھا، اور سب نے ہر جملے پر تصدیق کی۔

پھر اس جملے پر سر دھنیئے (اور سوچئے کس کس قسم کے ایمان دشمن ایمان کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔

'البتہ اس پر اپنے شک کا اظہار فرمایا کہ اس بیان کی رو سے دجال بحر روم یا بحر عرب میں ہے، مگر خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا'

اصل عربی متن جس کا ترجمہ' مجدد کامل' نے اوپر کے جملے میں فرمایا ہے، یوں ہے

الا انه فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ما ھو واوماء بیدہ الی المشرق (مسلم)

اس کا ترجمہ وحیدالزمان (غیر مقلد) نے یوں کیا ہے

خبردار ہو کہ البتہ دریائے شام یا دریائے یمن میں ہے؟ نہیں بلکہ وہ پورب کی طرف ہے وہ پورب کی طرف ہے، وہ پورب کی طرف ہے (پورب کی طرف بحر ہند ہے، شاید دجال بحر ہند کے کسی جزیرہ میں ہو) اور آپ نے اشارہ کیا پورب کی طرف۔ (ص ۴۷۰)

جناب سید بدر عالم (دیوبندی) اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں

دیکھو وہ بحر شام یا بحر یمن (راوی کو شک) بلکہ مشرق کی جانب ہے اور اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا (ترجمان السنۃ: جلد۴)

دیکھئے کسی کے انداز بیان سے وہ شکوک وشبہات مترشح نہیں ہوتے جو جناب مودودی کو سوجھے ہیں اور جن کے بیان سے مسلمانوں کے ذہن میں وسوسہ ڈالنے کی سعی ناپاک کی ہے۔ سچ فرمایا اللہ صاحب' نے (اور یہ ان کے مقتدا اور بانی مذہب اسمٰعیل دہلوی کی زبان ہے)

الذی یو سوس فی صدور الناسo من الجنۃ والناسo (الناس : ۵، ۶)

ترجمہ: وہ (شیطان) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں جن اور آدمی

اب آیئے ایک عاشق رسول حکیم الامت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی کی طرف، وہ اس کی شرح یوں کرتے ہیں

''اس فرمان عالی کی بہت شرحیں کی گئی ہیں، بہترین شرح یہ ہے کہ مـا ھو میں مـا زائد ہے نافیہ نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دجال کبھی بحر شام میں مقید ہوتا ہے اور کبھی بحر یمن کی جیل میں رکھا جاتا ہے۔ آج کل ان دونوں جیلوں میں نہیں بلکہ مدینہ منورہ سے مشرق جانب میں ہے یا یہ مطلب ہے کہ وہ شامی ویمنی جیلوں میں مقید رہتا ہے مگر قریب مدینہ منورہ میں ان طرفوں سے نہ آئے گا بلکہ مشرق کی طرف سے آئے گا۔ خیال رہے کہ مدینہ منورہ سے شام جانب شمال ہے اور یمن جانب جنوب اور نجد جانب مشرق لہذا دجال اس زمانے میں نجد کی جانب سے آئے گا۔ یہ ہے محبوب ﷺ کا علم دیکھا آپ نے؟ حضور پرنور ﷺ کے علم کی بابت جو ظالمانہ وجارحانہ وباغیانہ رویہ حضرت مودودی کا ہے، کسی کا نہیں۔ ان کا یہی انداز قرآن پاک کا ترجمہ وتفسیر کرتے وقت ہوتا ہے۔

حق یہ ہے کہ خدا کے خوف یا تقویٰ کی اصل پہچان ادب رسول ﷺ سے ہوتی ہے، جس کے دل میں حضور پرنور ﷺ کا ادب نہیں اس میں اللہ کا خوف بھی نہیں۔ اور یہ نکتہ قرآن پاک میں بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے۔

ان الـذیـن یـغـضـون اصـواتھـم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ ط لھم مغفرۃ واجر عظیمo الحجرات:۳).

ترجمہ: بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے (کنزالایمان)

واضح ہو گیا کہ حضور پرنور ﷺ کے ادب واحترام کے بغیر تقویٰ ممکن ہی نہیں اور قرآن پاک کی سمجھ انھیں کو میسر آتی ہے جو اہل تقویٰ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس بات کی وضاحت قرآن ہی فرماتا ہے اور وہ بھی بالکل ابتدا میں بظاہر اس لئے کہ قرآن پاک کو سمجھنے کی خواہش رکھنے والے جان لیں کہ اس مقصد کے لئے خوف خدا کی کیا اہمیت ہے۔

ھد ی للمتقینo (البقرۃ:۲)

ترجمہ: (یہ کتاب) ہدایت ہے ڈروالوں کو

امیر مدینہ
سید الشہداء

محقق دوراں حافظ محمد نصر اللہ حسینی آسوی (مدینہ شریف)

حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابویعلی، ابوعمارہ ہے۔ القابات: اسد اللہ واسد رسولہ (اللہ اور اس کے رسول کے شیر) اور سید الشہداء ہیں مقام ولادت مکہ المکرمہ سن ولادت: ۵۶۷ء تقریباً کیونکہ ایک روایت کے مطابق آپ حضور ﷺ سے دوسال اور ابن سعد کے مطابق چارسال پہلے پیدا ہوئے۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ سے تعلق

س حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ میں کیا لگتے تھے؟

ج حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے تین طرح کی رشتہ داری تھی (۱) حقیقی چچا تھے

(۲) رضائی بھائی تھے کیونکہ ابولہب کی لونڈی حضرت ثویبہ آپ دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول کریم ﷺ سے عرض کی گئی کہ یارسول اللہ آپ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی کو نکاح کا پیغام کیوں نہیں دیتے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رضاعت کی حیثیت سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے بھائی ہیں۔

(۳) اور خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہالہ بنت اہیب بن عبد مناف رسول اللہ ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف کی چچازاد بہن تھیں اس لحاظ سے آپ رسول اللہ ﷺ کے خالہ زاد بھائی تھے۔

س رسول اللہ ﷺ کے چچا کتنے تھے اور ان میں کتنے ایمان لائے؟

ج نو تھے اور ان میں دو ایمان لائے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ

س رسول اللہ ﷺ کی پھوپھیاں کتنی تھیں اور ان میں سے کتنی ایمان لائیں تھیں؟

ج چھ تھیں اور ان میں سے صرف ایک ایمان لائیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

س حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کب ایمان لائے؟

ج نبوت کے دوسرے سال۔

س ایمان لانے کا سبب کیا تھا؟

ج نبی پاک ﷺ کی محبت جب ابوجہل نے حرم کعبہ میں نبی پاک ﷺ کو بہت زیادہ برا بھلا کہا تو یہ باوجود اس کے کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جوشِ غضب میں آپے سے باہر ہو گئے اور حرم کعبہ میں جا کر ابوجہل کے سر پر اس زور کے ساتھ اپنی کمان سے ضرب لگائی کہ اس کا سر

پھٹ گیا اور ایک ہنگامہ مچ گیا ابوجہل کا سر پھاڑنے کے بعد بلند آواز میں کلمہ پڑھا اور قریش کے سامنے زور زور سے اعلان کرنے لگے کہ میں بھی مسلمان ہو چکا ہوں۔اب کسی کی مجال نہیں کہ میرے بھتیجے کو آج سے کوئی برا بھلا کہہ سکے۔

س دربار نبوت سے آپ کو اسد اللہ واسد رسولہ (اللہ اور اس کے رسول کے شیر) کا لقب کب عطا ہوا۔

ج غزوۂ احد کے دن

علامہ نورالدین سمہودری فرماتے ہیں: روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک پر کھڑے ہوئے جب کہ آپ کا مثلہ کیا گیا تھا آپ کی ناک اور کان کاٹ دیئے گئے تھے، پیٹ مبارک بھی چاک کر دیا گیا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن) کے حزن وملال اور رنج وغم کا خیال ہوتا اور اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ اس کو سنت بنالیں گے تو میں ان کو اسی طرح چھوڑ دیتا کہ پرند اور درندان کو کھاتے تجھ جیسی مصیبت مجھے کبھی نہیں پہنچے گی اور میں کبھی ایسی جگہ کھڑا نہیں ہوا جہاں اس سے زیادہ مجھ کو غیظ وغضب ہوا ہو۔ پھر فرمایا: میرے پاس جناب جبریل آئے اور مجھ خبر دی کہ بیشک حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ (کا نام) ساتوں آسمانوں میں لکھا ہوا ہے۔

﴿حمزۃُ بن عبدالمطلب اَسدُ اللهِ وَاَسَدُ رَسولِهٖ﴾ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے حکم دیا اور چادر سے ان کا چہرہ ڈھک دیا گیا پھر ان پر نماز جنازہ پڑی اور ان پر ستر تکبیریں پڑھی اور دفن کر دیا۔ وفاء الوفاء (عربی) جلد ۳ ص ۹۳۵ مطبوعہ بیروت دار الکتاب العلمیہ

اسی جگہ کھڑے کھڑے یہ فرمایا کہ خدا کی قسم کہ خدا نے مجھ کو کافروں پر غلبہ دیا تو تیرے بدلے میں ستر کافروں کا مثلہ کروں گا آپ اس جگہ سے ہٹے بھی نہ تھے کہ یہ آیت شریفہ نازل ہوگئی ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ﴾ اور اگر بدلہ لو تو اتنا ہی لو جتنا کہ تم کو تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو بہتر ہے صابرین کے لئے۔ سورہ النحل آیت: ۱۲۶ تو رسول اللہ ﷺ نے وہ ارادہ ترک کر دیا اور اپنی قسم کا کفارہ دیا۔ مستدرک الحاکم ومدارج النبوۃ وتفسیر خزائن العرفان

س حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کتنی مرتبہ پڑھی گئی

ج ستر مرتبہ حضور ﷺ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ خود پڑھائی اور اس شان سے کہ سب سے پہلے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھا گیا پھر ایک ایک کر کے ہر شہید کا جسد عنصری حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ کر ہر ایک کی الگ الگ نماز پڑھی گئی اس حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر بار نماز پڑھی گئی۔ طبقات ابن سعد، المستدرک الحاکم حدیث ۲۵۵۷ ج ۲ ص ۱۳۰

(کواکب سبعہ ص ۳۰ از مفتی غلام حسن قادری مفتی حزب الاحناف لاہور)

س بعض لوگ اپنے آپ کو سگ طیبہ سگ غوث کہتے ہیں اور لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا نے تمہیں اشرف المخلوقات بنایا ہے اور تم اپنے آپ کو مرشد کے در کا کتا کہتے ہو یہ رب کی نعمت کی ناشکری ہے۔ان کا یہ اعتراض کس حد تک صحیح ہے؟

ج ان بیوقوفوں کا یہ اعتراض بالکل غلط اور اپنی جہالت کا ثبوت ہے اگر کوئی کسی کو شیر کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ انسان سے درندہ بن گیا ہے بلکہ شیر کی ایک صفت بہادری کی وجہ سے اسے شیر کہا جاتا ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت جزئی ہوتی ہے کلی نہیں ہوتی بعینہ جو شخص اپنے آپ کا سگ بارگاہ مرشد کہتا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ اپنے پیرو مرشد اور اپنے نبی کا وفادار غلام ہے کیونکہ میں یہ صفت بڑی پسندیدہ ہے وہ بھوکا پیاسا رہ کر بھی اپنے مالک کا در نہیں چھوڑتا اور بے وفائی نہیں کرتا اور مالک کے دشمنوں کا دشمن ہوتا ہے۔اور ہم اپنے آپ کو سگ طیبہ کہہ کر نبی کے دشمنوں کو خبردار کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی گستاخی نہ کرنا نبی کے فرمانبردار وفادار غلام موجود ہیں جو اپنے مرشد اور نبی کی بے ادبی برداشت

نہیں کر سکتے اور جان کی خیر چاہتے ہو تو اپنی زبانیں بند رکھو اگر اپنے آپ کو شیر یا کتا کہنا جائز نہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی اَسَدُ اللّٰہِ وَاَسَدُ رَسُولِہٖ ﷺ اللہ اور اس کے رسول کے شیر نہ کہتے اور مفکر اسلام قبلہ آسی صاحب مجاہدان ختم نبوت کا نام ''شیران اسلام'' نہ رکھتے۔ اولیاء اللہ کی بڑی شان ہے اگر کتا بھی ان سے منسوب ہو جائے تو خدا تعالیٰ اس کا ذکر قرآن میں کر دیتا ہے پھر انسان کا کیا کہنا۔

تجھ سے دَر دَر سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے حشر تک میرے گلے رہے پٹکا تیرا (امام احمد رضا)

جنہوں پاکاں دی نسبت مل جاوئے اوہ جنتی اے بھانویں کتا ہووئے بیٹھا کوئی غار دے بوہے تے

مخالفین کو بھی اپنے کو خود یا ان کے چیلے اپنے مولویوں کے شیر پنجاب یا شیر پاکستان کہتے اور لکھتے ہیں تو کیا وہ انسان سے درندے بن گئے ہیں اور ان کی چار ٹانگیں اور ایک دم نکل آئی ہے؟ اللہ تعالیٰ فہم دین عطا فرمائے۔

س اس حدیث کا حوالہ دیجئے جس میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو سید الشہدا کہا گیا ہے؟

ج المستدرک الحاکم حدیث ۲۵۵۷ ج ۲ ص ۱۳۰ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ عِنْدَ اللہِ یومَ القیامۃِ حمزۃُ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اللہ کے نزدیک تمام شہداء کے سردار ہیں۔

س جب حدیث پاک میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء کہا گیا ہے تو پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو سید الشہدا کیوں کہا جاتا ہے؟

ج اس لئے کہ دوسری حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے کہ سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ

تو حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ مگر عمومی دلائل سے امام حسین رضی اللہ عنہ بھی سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ ہیں لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوت سے خصوصی طور پر سَیِّدا شباب اھل الجنۃ (جنتی نوجوانوں کے سردار) کا لقب ملا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ حمزۃ بن عبدُالمطلب و رجل قام إلی إمامٍ جائر فامرہ و نھاہ فقتلہ شہداء کے سردار حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ہر وہ شخص (سَیِّدُ الشُّھَدَاء) جو ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا اور اسے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ مجمع الزوائد ۲۶۶/۷ طبرانی فی الاوسط حاکم ۴۸۸۴

س سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا حاجت روا بھی کہا جاتا ہے اور آپ وصال کے بعد بھی مشکل کشائی فرماتے ہیں یا نہیں اور اس کیا دلیل ہے؟

ج حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بے شک مشکل کشا ہے زندگی میں بھی اور وصال کے بعد بھی اس پر دلیل یہ حدیث پاک ہے۔ ابن شاذان نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی پاک ﷺ کو حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر جتنا روتے ہوئے دیکھا اتنا کسی کی وفات پر روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر رو رہے تھے ان کو قبلہ کی جانب رکھا پھر ان کے جنازے پر کھڑے ہو گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے حتیٰ کہ رونے کی وجہ سے سسکی بندھ گئی اور فرما رہے

یاحمزۃُ یا عم رسول اللہ واَسد اللہِ وَاَسَد رَسولہ یاحمزۃ فاعل الخیرات یاحمزۃ کاشف الکربات یا ذاب عن وجہ رسول اللہ ﷺ اے حمزہ رسول اللہ کے چچا اللہ اور رسول کے شیر اے حمزہ نیک کام کرنے والے اے حمزہ تکلیفوں مصیبتوں کو دور کرنے والے، رسول اللہ کا دفاع کرنے والے۔ مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۱۲ مفاہیم عربیاز علوی مالکی ص ۱۷۸)

نبی کریم ﷺ نے انہیں کاشفَ الکُرُباتِ کہہ کر پکارا ہے۔ اور وصال کے بعد پکارا ہے اگر حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے لئے

کاشفَ الکُرُباتِ ہوسکتے ہیں تو ہمارے لئے مشکل کشا اور حاجت روا کیوں نہیں ہوسکتے۔ جب صحابی کی یہ شان ہے تو آقا کا مقام کیا ہوگا۔

س ایسا کوئی واقعہ بیان کریں جس سے آپ کی مشکل کشائی کی وضاحت ہوتی ہو

ج حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی مشکل کشائی کا سچا واقعہ

حضرت شیخ علامہ یوسف نبہانی فلسطینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ,,جامع الکرامات الاولیاء،، میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی غریب نوازی کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ حضرت سید جعفر بن حسن برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ,,نتائج الارتحال والسفر ٠٠٠٠،، میں حضرت شیخ احمد بن محمد دمیاطی متوفی مدینہ منورہ محرم الحرام ١١١٦ھ سے روایت کی کہ شیخ احمد نے فرمایا: میں نے ایک قحط زدہ سال میں مصر سے دو اونٹ خریدے اور اپنی والدہ کے ساتھ سفر حج اختیار کیا۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضری دی، دونوں اونٹ مدینہ منورہ پہنچ کر مر گئے، ہمارے پاس رقم ختم ہوگئی، نہ ہم اونٹ خرید سکتے تھے اور نہ ہی کرایہ پر سواری لینے کے قابل رہے تھے۔ میں تنگ دستی میں حضرت شیخ صفی الدین قاشی کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں ساری کیفیت عرض کردی، وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمانے لگے کہ آپ ابھی حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیں، وہاں جتنا ہو سکے قرآن پڑھیں اور پھر اوّل تا آخر اپنا حال سنائیں۔ میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی اور چاشت کے وقت حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اطہر پر حاضری دی، شیخ کے حکم کے مطابق قرآن پڑھا اور اپنا حال عرض کیا، ظہر سے پہلے واپس ہوا، باب رحمت میں طہارت خانہ سے وضو کر کے مسجد میں داخل ہوا تو والدہ محترمہ کو بیٹھے ہوئے پایا۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگیں ابھی تمہیں ایک آدمی پوچھ رہا تھا، میں نے عرض کیا وہ کہاں ہے؟ فرمایا کہ حرم نبوی ﷺ کے پچھلی طرف گئے ہیں، میں ادھر چلا گیا۔ یکلخت ایک پر ہیبت شخصیت اور سفید داڑھی والے بزرگ سامنے آئے اور مجھے فرمانے لگے، شیخ احمد مرحبا میں نے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، مجھے فرمانے لگے آپ مصر چلے جائیں۔ میں نے عرض کیا آقا کس طرح جاؤں، فرمانے لگے میں کسی آدمی سے آپ کے کرائے کی بات کرتا ہوں، پھر آپ مجھے ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں مصری حاجیوں کے خیموں میں گئے۔ آپ نے ایک خیمہ میں داخل ہو کر اس کے مالک کو سلام کیا، تو وہ اٹھ کر کھڑا ہوا، آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور بہت تعظیم کی۔ آپ نے اسے فرمایا کہ شیخ احمد اور اس کی والدہ کو مصر لے جاؤ، آپ نے اسے کرایہ ادا کردیا اور مجھے فرمانے لگے کہ شیخ احمد تم اپنی والدہ اور سامان کو یہاں لے آؤ، میں تھوڑی دیر میں اپنی والدہ کے ساتھ سامان لے کر واپس خیمہ آگیا، آپ نے اونٹ والے کو راستہ میں میرے ساتھ اچھائی سے پیش آنے کی نصیحت کی اور اٹھ کھڑے ہوئے، میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا۔ جب ہم مسجد نبوی کے قریب پہنچے تو فرمانے لگے کہ تم اندر چلو، میں مسجد میں داخل ہو کر آپ کا انتظار کرنے لگا، انتظار کرتے کرتے نماز کا وقت ہوگیا لیکن آپ نظر نہ آئے، میں نے بہت تلاش کیا مگر آپ نہ ملے، میں واپس اس مصری اونٹ والے کے پاس آیا اور اس سے آپ کے متعلق دریافت کیا، وہ کہنے لگا کہ میں نے آج سے پہلے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔ آخر حضرت شیخ قاشی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری بات بتائی۔ آپ فرمانے لگے کہ وہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی روح پاک تھی جو جسمانی شکل میں سامنے آئی تھی۔ (جامع الکرامات اردو ص٣٩٢ مطبوعہ لاہور)

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

امیر مدینہ بن مانگے عطا کرتے ہیں: قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ شیخ طریقت مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ (لالہ موسیٰ گجرات پنجاب) سے فرمایا کہ جب میں شروع میں مدینہ منورہ آیا تو ان دنوں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مجھے سات دن تک فاقہ رہا یہاں تک کہ میرے پاس پانی خریدنے کے لئے بھی پیسہ نہ تھا آخر فاقہ کی شدت سے نڈھال ہوگیا، ساتویں روز ایک پر ہیبت بزرگ آئے ان کے پاس تین مشکیزے تھے۔ ایک میں گھی، دوسرے میں شہد اور تیسرے میں آٹا تھا انہوں نے سامان رکھا اور یہ کہہ کر بازار چلے گئے کہ

میں کچھ مزید سامان لے آؤں، کچھ دیر بعد وہ چائے کا ڈبہ اور چینی وغیرہ لے کر واپس آئے اور کہا کہ یہ سب تمہارے لئے ہے، پکاؤ اور کھاؤ، یہ کہہ کر واپس باہر چلے گئے، میں نے دل میں خیال کیا اس بزرگ کو باہر دیکھوں اور کچھ تفصیل معلوم کروں، میں نے فوراً دروازے سے باہر آ کر دیکھا تو وہ غائب تھے، مولانا غلام قادر صاحب نے حضرت مدنی قدس سرہ سے دریافت کیا کہ حضرت آپ کے خیال میں وہ کون تھے؟ آپ نے فرمایا میرے خیال میں وہ شاہ دوجہاں حضور ﷺ کے پیارے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ مدینہ منورہ کی ولایت انہی کے سپرد ہے۔" قطب مدینہ، ص ۱۱، تعارف علمائے اہل سنت،، مرتبہ مولانا محمد صدیق ہزاروی

کرامات

س سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کوئی کرامت بیان کریں

ج سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مشہور کرامات یہ ہیں:

(۱) فرشتوں نے غسل دیا (۲) قبر کے اندر سے سلام کا جواب (۳) اور قبر کے اندر سے شیخ محمود کولڑ کے کی بشارت دی (۴) قبر میں خون نکلا (۵) حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنا

(۱) فرشتوں نے غسل دیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کی شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا اور حضور ﷺ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ بے شک میرے چچا کو شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا ۔(,,کرامات صحابہ،، از عبدالمصطفی اعظمی ص ۹۱، حجۃ اللہ علی العالمین جلد ۲ ص ۸۶۳ بحوالہ ابن سعد)

شہید کو غسل نہیں دیا جاتا ممکن ہے حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کی طرح ان کو بھی غسل کی حاجت ہو اور فرشتوں نے اس بنا پر غسل دیا ہو۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ ایک صحابی کو غسل دینے کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نازل ہونا اور اپنے نورانی ہاتھوں سے غسل دینا یہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بہت ہی عظیم الشان کرامت ہے۔

(۲) قبر کے اندر سے سلام کا جواب

حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دن سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے گئی اور میں نے قبر انور کے سامنے کھڑے ہو کر السلام علیک یا عم رسول اللہ کہا تو آپ نے بہ آواز بلند قبر کے اندر سے میرے سلام کا جواب دیا جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا بیہقی شریف، خصائص کبری جلد ۲ ص ۳۶۴ باب ما وقع فی غزوۃ احد، حجۃ اللہ ۲ ص ۸۶۳، وفاء الوفاء ج ۳ ص ۹۳۲ (عربی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کے بارے میں فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے نزدیک شہداء ہیں تم ان کی زیارت کرو اور انہیں سلام کرو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو بھی ان کو سلام کرے گا تو یہ اس کے سلام کا جواب دینگے۔(بیہقی شریف، خصائص کبری جلد ۲ ص ۳۶۳ باب ما وقع فی غزوۃ احد)

معلوم ہوا کہ شہید زندہ ہیں ہمارے سلام سنتے ہیں اور سن کر جواب بھی دیتے ہیں جب شہید کا یہ مقام ہے تو میرے آقا کا مقام کیا ہوگا۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے
واللہ میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

(۳) اور قبر کے اندر سے شیخ محمود کولڑ کے کی بشارت دی:

اسی طرح شیخ محمود کردی نزیل مدینہ منورہ نے آپ کی قبر انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ نے بہ آواز بلند قبر کے اندر سے ان کے

سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا: اے شیخ محمود تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر ,,حمزہ،، رکھنا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا دیا تو اس کا نام ,,حمزہ،، رکھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین جلد ۲ ص ۸۶۳ بحوالہ کتاب باقیات الصالحات)

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کرامت دیکھو کہ اپنی قبر شریف کے اندر رہتے ہوئے یہ معلوم تھا کہ ابھی شیخ محمود کے کوئی بیٹا نہیں ہے مگر آئندہ خدا ان کو فرزند عطا کرے گا جبھی تو فرمایا: اے شیخ محمود تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر ,,حمزہ،، رکھنا۔ اور اس کو بشارت اور سلام کے جواب کو سب حاضرین نے اپنے کانوں سے سنا۔ اس کرامت سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے کہ شہداء کرام اپنی اپنی قبروں میں پورے لوزم حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے کہ وہ یہاں تک جان اور پہچان لیتے ہیں کہ آدمی کی پشت میں جو نطفہ ہے اس سے پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ اگر ان کو بالیقین معلوم نہ ہوتا کہ لڑکا ہی پیدا ہوگا تو آپ کس طرح لڑکے کا نام اپنے نام پر رکھنے کا حکم دیتے۔ واللہ اعلم

(۴) قبر میں خون نکلا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی حکومت کے دوران مدینہ منورہ کے اندر نہر کھودنے کا حکم دیا تو ایک نہر سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کے پہلو میں نکل رہی تھی لاعلمی میں اچانک نہر کھودنے والوں کا بیلچہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک پر پڑ گیا اور آپ کا قدم مبارک کٹ گیا تو اس سے تازہ خون بہہ نکلا۔ حالانکہ آپ کو دفن ہوئے ۴۶ چھیالیس سال گزر چکے تھے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین جلد ۲ ص ۸۶۴ بحوالہ ابن سعد، وفاء الوفاء ج ۳ ص ۹۳۸، اصابہ از ابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۳۵۳) (کرامات صحابہ ص ۹۲)

وفات کے تازہ خون بہہ نکلنا یہ دلیل ہے کہ شہداء کرام اپنی قبروں میں پورے لوزم حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

(۵) حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنا

ایک مرتبہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنے کی بارگاہ رسالت میں درخواست پیش کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ نہ دیکھ سکیں گے۔ عرض کیا آپ میرے شوق پورا فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو تھوڑی ہی دیر بعد حضرت جبریل علیہ السلام حرم کعبہ میں نصب شدہ اس لکڑی پر اترے جس پر مشرکین بوقت طواف کپڑے لٹکایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چچا جان وہ دیکھئے، تو انہوں نے اپنی نگاہ اٹھائی حضرت جبریل علیہ السلام دونوں پاؤں سبز زبرجد کے دیکھے اور بے ہوش ہوکر گر گئے خصائص ج ۱ ص ۲۰۸ (عربی) بحوالہ ابن سعد اور بیہقی)

س سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کس مہینہ اور سن میں شہید ہوئے

ج ۱۵ شوال تین ہجری ہفتہ کے دن شہید ہوئے شہادت کے وقت ان کی عمر ۵۹ انسٹھ سال تھی۔

س سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل کا نام کیا تھا جب وہ مسلمان ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کیا حکم دیا تھا

ج قاتل کا نام وحشی تھا اور جب وہ مسلمان ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: تو اپنے چہرے کو مجھ سے غائب رکھنا۔

س حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد کونسا اچھا کارنامہ انجام دیا؟

ج اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں مدعی نبوت مرتد مسیلمہ کذاب کو قتل کیا اور فرماتے تھے میں نے جاہلیت میں خیر الناس (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا اور اسلام میں شر الناس (مسیلمہ کذاب) کو۔

غزوہ احد اور معجزات

حضور مفکر اسلام علی مرقدہ

(غزوہ احد شوال ۳ ہجری میں ہوا۔اس کے حالات عام سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ یہاں صرف اس میں رونما ہونے والے چند معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے۔اسی ضمن میں کرامات اور حیات شہداء کی چند روایات بھی درج کی جائیں گی)

ا۔لڑائی کے انجام کی خبر۔

جمعہ کی رات (۱۴ شوال) کو حضور اکرم ﷺ نے خواب میں اپنے آپ کو مضبوط زرہ پہنے ہوئے دیکھا۔آپ کی تلوار ایک طرف سے ٹوٹ گئی ہے اور ایک گائے ذبح کی جارہی ہے اور آپ کے پیچھے مینڈھا سوار ہے۔اس کی آپ نے یہ تعبیر ارشاد فرمائی کہ مضبوط زرہ مدینہ ہے۔تلوار کی شکستگی سے مراد ذات شریف پر کوئی مصیبت ہے۔گائے سے مراد وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور مینڈھا کبش الکتیبہ (طلحہ بن ابی طلحہ) ہے جسے اللہ قتل کرے گا۔اسی خواب کی وجہ سے حضور ﷺ کی رائے عالی میں مدینہ منورہ میں رہ کر لڑنا زیادہ بہتر تھا۔(خصائص کبریٰ بحوالہ بخاری ومسلم، سیرت رسول عربی صفہ ۱۶۸)

۲۔فرشتوں کا نزول:

(ا) بخاری ومسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے دائیں بائیں دو مردوں کو آپ کی طرف سے سخت جنگ کرتے دیکھا۔انہیں میں نے اس سے پہلے کبھی دیکھا نہ بعد میں۔وہ دونوں حضرت جبرائیل وحضرت مکائیل علیہم السلام تھے،

(خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۴۳۰)

(ب) حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کے علمبردار تھے،شہید ہوگئے تو اس جھنڈے کو ایک فرشتہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی صورت میں لے کر کھڑا ہوگیا۔اس کے بعد پھر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے یہ فرض نبھایا۔

(ج) ابن اسحاق، ابن عساکر اور واقدی کی روایت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے ہوکر تیر اندازی کررہے تھے۔اس وقت ایک جوان آدمی آپ کو تیر دیتا جاتا تھا اور بار بار کہتا تھا کہ اے ابو اسحاق! تیر چلاؤ جنگ کے بعد اس کی تلاش ہوئی تو کسی کو نہ ملا۔(گویا یہ بھی فرشتہ ہی تھا) (خصاص کبریٰ جلد ا صفحہ ۴۳۲)

(د) بخاری ومسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی جب میرے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید کردیے گئے تو میری پھوپھی رونے لگیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مت رو، یا فرمایا انکے لئے کیوں روتی ہو۔فرشتے ان کو اپنے بازوؤں میں چھپائے رہے جب تک تم نے انہیں نہ اٹھایا۔(خصائص جلد ا صفحہ ۴۳۴)

(ہ) طبرانی اور ابن عساکر کے مطابق حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن مجھ سے حضرت

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا۔ میں نے عرض کیا، میں نے انہیں پہاڑ کے پہلو میں دیکھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، ان کیساتھ فرشتے کافروں سے لڑرہے ہیں۔ یہ سن کر میں (حارث) عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس پلٹا تو ان کے پاس مشرکین کی لاشیں دیکھیں تو کہا خدا تعالیٰ نے تمہیں فتح دی، کیا ان سب کو تم نے قتل کیا ہے۔ بولے (بعض لاشوں کی طرف اشارہ کر کے) اس کو اور اس کو میں نے قتل کیا ہے۔ دوسری لاشوں کو قتل کرنے والے مجھے نظر نہیں آئے۔ یہ سن کر میں نے کہا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا۔ (خصائص صفحہ ۴۳۱)

۳۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا غسل۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جنگ میں شہید ہو گئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔ ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کیا گیا ہے۔ حضرت حنظلہ کی بیوی نے بتایا، اسی رات ان کی شادی ہوئی تھی، صبح اٹھے تو غسل کی حاجت میں تھی۔ آدھا سر دھویا تھا کہ دعوت جنگ کی آواز کان میں پڑی۔ فوراً اسی حالت میں وہ شریک جنگ ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اسی سبب سے اسے فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ انہیں اسی لئے غسیل الملائکہ کہتے ہیں۔ (سیرت رسول عربی بحوالہ طبقات ابن سعد وغیرہ)

۴۔ اللہ کے نام پاک کی برکت۔

دار قطنی نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے ہاتھ کو (احد کے دن) صدمہ پہنچا تو میں نے (بے اختیار) حس (یعنی کٹ گیا) کہا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تو اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے لئے جو عمارت بنائی ہے تم دنیا میں رہتے ہوئے اسے دیکھ لیتے۔ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۳۳)

۵۔ جنت کی خوشبو۔

بخاری کی ایک روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بڑی تفصیل سے اپنے چچا حضرت انس ابن النضیر رضی اللہ عنہ کے شوق جہاد کا حال بیان کیا ہے اس کے مطابق حضرت سعد بن معاذ ان سے ملے تو حضرت انس بن النضیر رضی اللہ عنہ یوں مخاطب ہوئے۔

این سعد انی اجد ریح الجنۃ دون احد

ترجمہ: اے سعد کہاں جارہے ہو، بیشک میں احد کے نیچے جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ (بخاری شریف، کتاب المغازی)

۶۔ شاخ تلوار بن گئی۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ احد کے دن تلوار ضائع کر بیٹھے یوں حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سرکار ابد قرار علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی جوان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ (خصائص بحوالہ بیہقی جلد ۱ صفحہ ۴۳۶)

۷۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی آنکھ۔

ابو یعلی نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ احد کے دن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو تکلیف پہنچی۔ حضور انور ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن شریف ڈال دیا تو وہ دوسری سے بھی زیادہ صحیح ہوگئی۔ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۳۷)

۸۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا ڈیلا۔

ابو یعلی اور ابو نعیم کی روایتوں کے مطابق یوم احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو صدمہ پہنچا۔ اس کی پتلی رخسار پر بہہ کر آ گئی۔ لوگوں نے اسے کاٹنا چاہا۔ حضور پر نور ﷺ سے پوچھا تو آپ نے روکا۔ قتادہ کو بلا کر (ڈیلے کو آنکھ میں رکھ کر) اپنی ہتھیلی مبارک سے دبایا اب یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کون سی آنکھ زخمی تھی۔ (بعض روایات کے مطابق وہ دوسری سے بھی تیز اور خوبصورت ہوگئی) (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۳۶)

۹۔ حضور ﷺ نظر نہ آئے۔

ابو یعلی نے حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک مہاجر بیان کرتے تھے، میں احد کے دن موجود تھا اور تیر ہر طرف سے آرہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ تیروں کے درمیان تھے۔ میں دیکھا کہ ہر تیر آپ سے پھیر دیا جاتا ہے یہ اور میں نے عبداللہ بن شہاب کو احد میں نے دیکھا۔ وہ یہ کہہ رہا تھا مجھ کو محمد ﷺ کا حال بتاؤ۔ وہ زندہ ہیں تو میں انہیں باقی نہ رہنے دونگا۔ اس وقت سرکار دوعالم ﷺ اس کے پہلو میں تنہا کھڑے تھے مگر اسے نظر نہیں آرہے تھے پھر وہ آپ کے پاس سے دور چلا گیا۔

اس بات پر اسے صفوان نے دھمکایا تو ابن شہاب بولا، خدا کی قسم! میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کو ہم سے محفوظ کرلیا گیا۔ ہم چار آدمیوں نے آپ کو قتل کرنے کا معاہدہ کیا تھا مگر ایسا نہ کر سکے (خصائص جلد اصفحہ ۴۳۷)

۱۰۔ابی بن خلف مارا گیا۔

حضور اکرم ﷺ شعب پر چڑھے تو ابی بن خلف سامنے آکر کہنے لگا۔ ''اے محمد ﷺ اگر تم بچ گئے تو میں نہ بچوں گا'' صحابہ کرام نے عرض کیا ۔اگر اجازت ہو تو ہم میں سے ایک اس کا فیصلہ کردے۔ حضور ﷺ نے اجازت نہ دی اور بذات شریف حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر مارا جس سے فقط خراش آئی اور لہو نہ نکلا۔ ابی مذکور مکہ میں حضور ﷺ سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں ہر روز آٹھ یا دس سیر پختہ یا سو رطل جوار کھلاتا ہوں۔ اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کروں گا۔ جب وہ قریش میں واپس گیا تو کہنے لگا ''اللہ کی قسم! مجھے محمد (ﷺ) نے کہا تھا میں تجھے قتل کروں گا۔ سو اللہ کی قسم اگر وہ مجھ پر صرف تھوک دے تو میں مرجاؤں گا۔ (ایک روایت کے مطابق اس نے کہا۔ ''خدا کی قسم! اگر اس خراش کی تکلیف حجاز کے تمام باشندوں پر تقسیم کردی جائے تو سب کی ہلاکت کے لئے کافی ہے'' (البدایہ والنہایہ) چنانچہ قریش اس دشمن خدا کو مکہ کی طرف لے جارہے تھے کہ راستے میں مقام سرف میں مرگیا۔ (بالفاظ سیرت رسول عربی ومختلف کتب سیرت)

۱۱۔گستاخان رسول ﷺ کی سزا:

(ا) معجم طبرانی میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابن قمیہ نے حضور پرنور ﷺ کو زخمی کیا تو بکنے لگا۔

خذها وانا ابن قميه

ترجمہ: ''لو اسے اور میں ابن قمیہ ہوں''

حضور اکرم ﷺ نے جواباً فرمایا۔ اقماک الله

''اللہ تجھے ذلیل وخوار اور ہلاک وبرباد کردے۔''

چند روز نہ گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کردیا جس نے اپنے سینگوں سے اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ (فتح الباری ج ۷، زرقانی ج ۲)

(ب) خطیب نے تاریخ میں محمد بن یوسف الفریابی سے روایت کی کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ جن لوگوں نے نبی ﷺ کے سامنے کے دانت شہید کئے ان کے ہاں کوئی ایسا بچہ نہ ہوا جس کے سامنے کے دانت نکلے ہوں (الخصائص الکبریٰ جلد ا، صفحہ ۴۳۷)

۱۲۔خبر غیب۔

بیہقی نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے احد کے دن فرمایا مشرکین اس کے بعد اس طرح کی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔

ابن سعد نے واقدی سے اور انہوں نے بعض مشائخ سے روایت کی کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ''مشرکین یوم احد کے بعد ہم پر غلبہ حاصل نہیں کرسکیں گے یہاں تک کہ ہم لوگ رکن کو بوسہ دے لیں، (چنانچہ سیرت طیبہ کے اوراق گواہ ہیں کہ یونہی ہوا) (الخصائص الکبریٰ جلد اصفحہ ۴۳۸)

۱۳۔مشاہدہ رسول ﷺ۔

(ا) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا اے جابر تجھ کو کیا ہوا۔ میں تجھ کو شکستہ خاطر پاتا

ہوں۔ میں نے عرض کیا، میرے باپ اس غزوہ میں شہید ہوئے اور آل وعیال اور قرض کا بوجھ چھوڑ گئے۔ آپ نے فرمایا، میں تجھ کو ایک خوشخبری نہ سناؤں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیوں نہیں ضرور سنایئے۔ آپ نے فرمایا کسی شخص سے بھی اللہ نے کلام نہیں فرمایا، مگر پس پردہ، لیکن اللہ تعالٰی نے تیرے باپ کو زندہ کیا اور بالمشافہ اور بالمواجہہ اس سے کلام کیا اور یہ کہا اے میرے بندے اپنی کوئی تمنا میرے سامنے پیش کیا تو تیرے باپ نے عرض کیا اے پروردگار! تمنا یہ ہے کہ پھر زندہ ہوں اور تیری راہ میں پھر دوبارہ مارا جاؤں۔ حق تعالٰی نے فرمایا یہ تو نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ یہ مقدر ہو چکا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ واپسی نہیں (سیرت المصطفیٰ مصنفہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی مطبوعہ دیوبند بحوالہ ترمذی شریف)

بخاری شریف کی روایات کے مطابق حضور اکرم ﷺ کے ایک معجزے سے ان کا قرضہ بھی ادا ہو گیا۔

(ب) حضرت عمر بن الجموح رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سرکار دوعالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم میں بعض ایسے بھی ہیں اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پورا کردے۔ ان میں سے عمرو بن الجموح بھی ہیں۔ البتہ تحقیق میں ان کو اسی لنگ کے ساتھ جنت میں چلتا ہوا دیکھا ہے'' (سیرت المصطفیٰ مذکور بحوالہ استیعاب حاشیہ اصابہ)

(ج) حضرت عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ جو اصیرم کے لقب سے مشہور تھے۔ اسی روز مسلمان ہوئے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو سرکار دوعالمؐ نے فرمایا۔ انه لمن اهل الجنته۔ (سیرت مذکور بحوالہ ابن اسحاق ۱۱) ''البتہ تحقیق وہ اہل جنت میں سے ہے''

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کرتے تھے، بتلاؤ وہ کون شخص ہے جو جنت میں پہنچ گیا اور ایک نماز بھی نہیں پڑھی، وہ یہی صحابی ہیں (اصابہ ترجمہ عمرو بن ثابت)

۱۴۔ حیات شہدا۔

(ا) حاکم اور بیہقی حضرت عبدالاعلی بن عبداللہ ابن ابی فردہ سے روایت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن قبور شہدا کو اپنی زیارت سے نوازا اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کی۔

اللهم ان عبدك و نبيك يشهدان هولاء شهداء وانه من زارهم او سلم عليهم الى يوم القيامة ردوعليه

ترجمہ: اے اللہ بیشک تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ سب شہید ہیں اور جو بھی قیامت تک ان کی زیارت کو آیا اور سلام کہا، یہ جواب دیں گے۔

(ب) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت عبداللہؓ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قبر سے نکالا گیا تو اسی حالت میں تھے جو دفن کے وقت تھی۔ ایک روایت کے مطابق ان کا ہاتھ ایک زخم پر تھا ہٹایا گیا تو خون جاری ہو گیا پھر رکھ دیا تو خون بند ہو گیا۔ نہر کی کھدائی کے اس موقع پر ایک کدال حضرت سیدنا حمزہ کی جسم پر پڑ گیا تو اس سے خون جاری ہو گیا۔ (یہ واقعات ان کی شہادت کے چالیس سال بعد ہوئے) (الخصائص بحوالہ بیہقی، ابن سعد وغیرہ)

(ج) بیہقی اور واقدی کے مطابق حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتے وقت عرض کیا السلام علیک یا عم رسول اللہ (اے ﷺ کے چچا سلام ہو آپ پر) آواز آئی وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

(د) عطاف نے کہا کہ مجھ سے میری خالہ نے بیان کیا میرے ساتھ دو غلام تھے جو سواری کی حفاظت کررہے تھے میں نے شہیدوں کے مزاروں پر سلام کیا اور جواب سنا۔ پھر یہ بھی آواز آئی ہم تم کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح تم ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں وہ کہتی کہ اسی سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور لوٹ آئی۔

(ہ) ایک روایت کے مطابق حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن حرام کی قبر کے پاس سے بہترین قرات سنی۔ حضور اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو فرمایا۔ ''وہ عبداللہ ہی تھے۔ کیا تجھے علم نہیں ہے کہ اللہ تعالٰی ان لوگوں کی روحوں کو قبض کرکے زیرجدو یاقوت کی قندیلوں میں رکھتا ہے، پھر انہیں جنت کے وسط میں لٹکا دیا ہے۔ رات کو روحیں اپنے جسموں کو پاس آکر صبح تک رہتی ہیں اور پھر اپنے مقامات پر چلی جاتی ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ وغیرہ جلد ا ص ۴۴۰۔۴۴۱)۔

صدقۃ الفطر اور عید الفطر

کے فضائل ومسائل

محقق دوراں حافظ محمد نصراللہ حسینی آسوی ﴿مدینہ شریف﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی سَیِّدِ الانبیاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ :

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم ارشادگرامی ہے:

اَلْعِلْمُ خَزَائِنُ وَمِفْتَاحُھَا السُّؤَالُ فَاسْئَلُوْا یَرْحَمْکُمُ اللّٰہُ فَاِنَّہٗ یُؤْجَرُ فِیْہِ اَرْبَعَۃٌ:اَلسَّائِلُ وَالْمُعَلِّمُ وَالْمُسْتَمِعُ وَالْمُحِبُّ لَھُمْ

علم خزانہ ہےاوراس کی چابی سوال ہے۔سوال کروخدا تم پررحم فرمائے گااس میں چارآدمیوں کواجر دیا جاتا ہے:سوال کرنے والے، جواب دینے والے،ان کوغور سے سننے والےاوران کودوست رکھنے والے کو۔جامع صغیر حدیث نمبر۵۷۱۲بحوالہ ابونعیم فی الحلیہ عن علی رضی اللہ عنہ

اس حدیث پاک کی رہنمائی میں، میں چاہتا ہوں کہ رمضان المبارک کے فضائل ومسائل اوراس ماہ میں ہونے والے اہم واقعات کوسوالات کی صورت میں ترتیب دیا جائے تاکہ عوام الناس اورطلباءکومسائل یادکرنے میں آسانی ہواورسنت پرعمل کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوجائے۔

سوال: سنت پرعمل کرنے سے کیاثواب ملتاہے؟

جواب: سنت پرعمل کرنے والےکوسوشہید کاثواب ملتاہے۔مشکوۃ (عربی) باب الاعتصام بالکتاب والسنہ حدیث نمبر۱۷۶

سنت پرعمل کرنے والےعرش الٰہی کے سائے میں ہوں گے(القول البدیع) جنت میں نبی کریمﷺ کی رفاقت نصیب ہوگی۔

مشکوۃ (عربی) باب الاعتصام بالکتاب والسنہ حدیث نمبر۱۷۵

س: سنت پرعمل کرنے والےکوکیا کہتے ہیں؟

ج: سنت پرعمل کرنے والے اہل سنت یاسنی کہتے ہیں یعنی سنی عرشِ الٰہی کے نیچے ہوں گےاور جنت میں نبی کریمﷺ اورشہداء کے ساتھ ہونگے۔

س صدقہ فطرکوفطرکیوں کہاجاتاہے؟

ج فطر یاافطار سے ہے یافطرۃٌ سے چونکہ ماہ رمضان گذرجانے اورعید کے دن افطارکرنے پرواجب ہوتا ہےاس لئے فطرکہا جاتا ہے، یا بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی طرف سے باپ پراداکرناواجب ہوتا ہےلہذافطرہ ہے، اصطلاح شریعت میں عید کے دن جومالداروں پررمضان کا صدقہ واجب ہوتا ہےوہ فطرہ ہے۔(مرات المناجیح ۴۱/۳)

فطرکا لفظ اس حدیث سے ماخوذ ہےرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نےفرمایا: لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَۃٌ عِنْدَ فِطْرِہٖ وفَرْحَۃٌعِنْدَ لِقَاءِ رَبِّہٖ روزہ دار کے

لئے دوخوشیاں ہیں: ایک خوشی افطار کے وقت اور ایک خوشی رب سے ملاقات کے وقت۔ بخاری حدیث ۱۹۰۴ مشکوۃ ۱۹۵۹

س صدقہ فطر کا حکم کیا ہے؟

ج صدقہ فطر ہر آزاد مسلمان پر واجب ہے

س بعض لوگ کہتے ہیں کہ صدقہ فطر فرض ہے کیا یہ صحیح ہے؟

ج جمہور شافعیہ، جمہور مالکیہ اور جمہور حنابلہ کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے بعض شوافع اور بعض مالکیہ کے نزدیک صدقہ فطر سنت ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر ایک صاع (ساڑھے چار سیر) کھجور یا ایک صاع جَو صدقہ فطر مقرر فرمایا، خواہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا اور یہ حکم دیا کہ لوگوں کے نماز کے لئے جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔ بخاری ۱۵۰۳ مسلم ۹۸۴ مشکوۃ ۱۸۱۵

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں فرض لغوی معنی میں ہے یعنی مقرر فرمانا رب تعالی فرماتا ہے:

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ﴾ ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر فرمایا ان کی ازواج میں۔ (سورۃ الاحزاب: ۵۰)

اور اگر شرعی فرض ہی مراد ہو یعنی لازم کر دینا تب بھی حدیث ظنی ہے اور فرضیت کے لئے دلیل قطعی چاہئے۔ لہذا اس فرض سے وجوب ثابت ہوگا نہ کہ فرضیت۔ (مرات المناجیح ۳/۴۲)

ائمہ ثلاثہ چونکہ فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے اس لئے وہ صدقہ فطر پر فرض اور واجب دونوں کا اطلاق کرتے ہیں، امام صاحب کی نظر دقیق ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس چیز کا لزوم قرآن مجید سے دلالت قطعیہ کے ساتھ ثابت ہو وہ فرض ہے اور جس چیز کا لزوم احادیث اور اخبار احاد سے ثابت ہو وہ واجب ہے اور صدقہ فطر کا لزوم چونکہ حدیث سے ثابت ہے اس لئے وہ واجب ہے۔ شرح مسلم سعیدی جلد ۲ ص ۹۰۳

س کیا واجب کے لفظ حدیث پاک میں ملتے ہیں؟

ج جی ہاں اور اس پر یہ دلیل ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ کی گلیوں میں منادی بھیجا کہ خبردار رہو صدقہ فطر واجب ہے۔ ہر مسلمان مرد، عورت، آزاد غلام اور چھوٹے بڑے پر گیہوں وغیرہ سے دو مد یا اس کے ماسوا غلہ کا ایک صاع۔ ترمذی ۶۷۴ مشکوۃ ۱۸۱۹

س واجب کے ثبوت کے کتنے طریقے ہیں بعض لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے سنت کو واجب جیسے تحیۃ المسجد کے نفل اور واجب کو سنت کہہ دیتے ہیں جیسے نماز وتر۔؟

ج واجب کے ثبوت کے پانچ طریقے ہیں:

۱- اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کا امر کیا ہو، امر میں اصل وجوب ہے بہ شرطیکہ اس کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو، اور اس امر کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو اور اس کی شریعت میں بہت سی مثالیں ہیں جیسے نماز وتر اور صدقہ فطر۔

۲- کسی فرض یا واجب کو شریعت میں کسی کام پر موقوف کر دیا ہو اور اس کا ثبوت دلیلِ ظنی سے ہو، جیسے نماز سورہ فاتحہ پڑھنے پر موقوف ہے اور اس کا ثبوت خبر واحد سے ہے اور وہ ظنی ہے لہذا امام اور تنہا نماز پڑھنے والے پر سورہ فاتحہ پڑھنا واحب ہے۔ مقتدی پر واجب نہیں۔

۳- کسی کام کے ترک پر وعید ہو۔ جیسے ارشاد فرمایا: ﴿الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا﴾ وتر حق ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ ابوداود ۱۴۱۹ مشکوۃ ۱۲۷۸

۴- جس کام کی قضا واجب ہو، قضا کا واجب ہونا اس کے وجوب کی دلیل ہے۔ جس طرح وتر کی قضا واجب ہے۔ جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ﴾ جو شخص وتر پڑھنے سے پہلے سو گیا یا بھول گیا اس کو جب وتر یاد آئے یا بیدار ہو تو وتر کی نماز پڑھ لے۔ ترمذی ۴۶۴-۴۶۵ مشکوٰۃ ۱۲۶۸-۱۲۷۹۔ اس سے ثابت ہوا کہ وتر واجب ہے۔

۵- نبی کریم ﷺ نے جس کام کو صیغہ علی کے ساتھ مقید کر کے بیان کیا ہو، علامہ مرغینانی سجدہ تلاوت کے وجوب کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ﴿لقوله عليه السلام السجدة على من سمعها وعلى من تلاها وهي كلمة ايجاب﴾ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص آیت سجدہ کو سنے یا اس کی تلاوت کرے اس پر سجدہ واجب ہے یہ (یعنی علی) کسی کام کو واجب کرنے کا کلمہ ہے۔ (شرح مسلم سعیدی ۶/۴۴۱)

س اگر کسی شخص نے بیماری یا سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھا ہو تو کیا اس پر بھی فطرانہ ہے؟

ج جی ہاں روزہ اور صدقہ فطر الگ الگ عبادتیں ہیں اور صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں اگر کوئی شخص کسی وجہ سے یا بلا عذر روزہ نہیں رکھا تو اس پر بھی صدقہ فطر لازم ہے۔ بہار شریعت ۵/ ۳۷

س صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

ج صدقہ فطر ہر ایسے آزاد مسلمان پر واجب ہے جو صاحبِ نصاب ہو اور یہ نصاب قرض، حاجتِ اصلیہ اور اہل وعیال کی ضرورتوں سے فارغ ہو۔

س حاجت اصلیہ کیا ہیں؟

ج یہ گھر کا سامان، کپڑے، گھوڑا یا گاڑی اسلحہ یا خدمت کے غلام ہیں یا علماء کی کتابیں ہیں۔

س صدقہ فطر اور زکوۃ کے نصاب میں کیا فرق ہے؟

ج (۱) زکوۃ میں صاحب نصاب پر ایک سال گذرنے کے بعد زکوۃ واجب ہوگی۔ صدقہ فطر کے لئے سال گذرنا ضروری نہیں۔

(۲) زکوۃ میں مال کا تجارت کے ذریعے بڑھنا شرط ہے۔ صدقہ فطر میں یہ شرط نہیں مال تجارت کے لئے نہ بھی ہو تب بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

(۳) صدقہ فطر ادا کرنے کے لئے مال کا باقی رہنا شرط نہیں۔ مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب رہے گا۔ ساقط نہ ہوگا۔ بخلاف زکوۃ وعشر کے مال ہلاک ہوجانے سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ درمختار بہار شریعت ۵/ ۳۷

(۴) زکوۃ میں کل مال کا چالیسواں حصہ زکوۃ ہے جب کہ صدقہ فطر میں کل مال کا چالیسواں حصہ نہیں بلکہ گندم، اس کے آٹے یا ستو سے نصف صاع اور کھجور، انگور یا جو سے ایک صاع ہے۔ یہ عراقی رطل کے حساب سے آٹھ رطل بنتا ہے۔ نور الایضاح مترجم ص ۲۹۴

س موجودہ پیمانے کے حساب سے ایک صاع کتنے کا بنتا ہے؟

ج ایک صاع تقریباً چار کلوگرام پانچ سو گرام بنتا ہے۔

س صدقہ فطر یا زکوۃ کا نصاب کیا ہے۔

ج چاندی کا نصاب دو سو درہم یا پانچ اوقیہ چاندی ہے جو ساڑھے باون تولے (۳۶-۶۱۲) گرام ہے اور سونے کا نصاب چالیس دینار یا بیس (۲۰) مثقال سونا ہے جو ساڑھے سات تولے (۴۸-۸۷) گرام سونے کے برابر ہے۔ اس سے کم مقدار میں زکوۃ یا صدقہ فطر واجب نہیں۔ (شرح مسلم سعیدی ۲/ ۸۹۰) (نور الایضاح مترجم ص ۲۸۶)

س صدقہ فطر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟

ج بہتر یہ ہے کہ عید کے دن صبح صادق طلوع ہونے کے بعد اور عید گاہ جانے سے پہلے ادا کیا جائے اور اس کے پہلے اور بعد میں بھی ادا کر سکتے ہیں۔ (نزہۃ القاری شرح بخاری ۲/ ۹۸۶۔ ناشر فرید بک سٹال)

صدقہ فطر واجب ہے عمر بھراس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کرے ادا نہ کرنے سے ساقط نہ ہوگا نہ اب ادا کرنا قضا ہے بلکہ اب بھی ادا ہی ہے اگرچہ مسنون قبل نماز عید ادا کرنا ہے۔ (بہار شریعت ۳۶/۵)

س کیا صدقہ فطر میں یہ اجناس گندم وغیرہ دینا ضروری ہے یا اس کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے؟

ج قیمت کا دینا بھی جائز ہے بلکہ جس چیز کا فقیر محتاج ہو اور وہ مل جاتی ہو تو قیمت کا دینا افضل ہے۔ مثلاً فقیر کو کپڑے کی ضرورت ہو اور ہم اسے گندم وغیرہ دے دیں تو اس کے لئے مشکلات پیدا ہوں گی لہذا قیمت دی جائے۔ (نور الایضاح ۲۹۴)

س صاحب نصاب آدمی پر کس کس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے؟

ج مرد مالکِ نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچے کی طرف سے واجب ہے۔ جبکہ بچہ خود مالک نصاب نہ ہو ورنہ اس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے۔ (درمختار، بہار شریعت ۳۷/۵)

س کیا آدمی پر واجب ہے کہ اپنی بیوی اور اپنی بڑی اولاد کا صدقہ فطر ادا کرے؟

ج اپنی عورت اور اولاد عاقل بالغ کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں اگرچہ اپاہج ہو اگرچہ اس کے نفقات اس کے ذمہ ہوں۔ (درمختار، بہار شریعت ۳۸/۵)

س اگر آدمی نے عورت یا بالغ اولاد کا فطرہ ان کے اذن کے بغیر ادا کر دیا تو کیا ادا ہو جائے گا؟

ج جی ہاں بشرطیکہ اولاد اس کے عیال میں ہو یعنی اس کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمہ ہو ورنہ اولاد کی طرف سے بلا اذن ادا نہ ہوگا اور اگر عورت نے شوہر کا فطرہ بغیر حکم ادا کر دیا ادا نہ ہوا۔ عالمگیری ردالمحتار بہار شریعت ۳۸/۵)

صدقہ فطر کے بارے میں اصول یہ ہے کہ جو لوگ اس کی سرپرستی میں ہیں اور وہ ان کی کفالت کر رہا ہے ان کی طرف سے صدقہ فطر دینا ہوگا مسلمان ہوں یا کافر اور جو لوگ سرپرستی میں نہیں ان کی طرف سے واجب نہ ہوگا۔

س جو شخص عید کی صبح صادق ہونے سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟

ج ان تمام صورتوں میں واجب نہ ہوا۔ لیکن اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مرا یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے۔

س ایک شخص کا فطرہ ایک مسکین کو دینا چاہئے یا چند مساکین کو؟

ج ایک شخص کا فطرہ ایک مسکین کو دینا بہتر ہے اور چند مساکین کو دے دیا تب بھی جائز ہے۔ یونہی ایک مسکین کو چند اشخاص کا فطرہ دینا بھی بلا خلاف جائز ہے اگرچہ سب فطرے ملے ہوئے ہوں۔ درمختار ردالمحتار بہار شریعت ۳۸/۵)

س صدقہ فطر کے مصارف کیا ہیں؟

ج صدقہ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکوۃ کے ہیں یعنی جن کو زکوۃ دے سکتے ہیں، انہیں فطرہ بھی دے سکتے ہیں سوائے عامل کے کہ اس کے لئے زکوۃ ہے فطرہ نہیں۔ درمختار ردالمحتار بہار شریعت ۳۹/۵) ناشر مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور

س کیا مسکین اور فقیر جو مالکِ نصاب نہ ہو کیا اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

ج فقیر پر صدقہ فطر دینا واجب نہیں لیکن اگر ادا کر دے تو ثواب کا بہر حال مستحق ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿لاصدقةَ الا عَنْ ظَهْرِ غِنَى﴾ مالداری کے بغیر صدقہ نہیں۔ بخاری حدیث نمبر ۲۷۴۹ کے تحت کتاب الوصایا ۸۴۵/۲ وخَيْرُ الصَّدَقَةِ ماكان عَنْ ظَهْرِ غِنَى بہترین صدقہ وہ ہے جو مالداری کے بعد ہو۔ بخاری حدیث نمبر ۱۴۲۶ کتاب الزکوۃ باب لاصدقةَ الا عَنْ ظَهْرِ غِنَى

س	آپ کہتے ہیں کہ فقیر پر صدقہ واجب نہیں حالانکہ حدیث میں ہے: لیکن اللہ تمہارے مالداروں کو پاک فرمائے گا رہے تمہارے فقیر تو اللہ انہیں ان کے دیئے سے زیادہ دے گا۔ابوداود حدیث ۱۶۱۹ مشکوۃ ۱۸۲۰

ج	اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فقیر پر بھی فطرہ واجب ہے مگر یہ حدیث قابل حجت نہیں کیونکہ اس کی اسناد میں نعمان بن راشد ہے جو سخت ضعیف ہے، امام بخاری نے فرمایا کہ یہ وہمی ہے، امام احمد نے فرمایا: یہ حدیث صحیح نہیں۔ نیز اگر ہر فقیر وغنی پر صدقہ فطر دینا واجب ہو جائے تو پھر فطرہ لینے والا کون ہوگا؟ کیونکہ یہ تو اصول اسلام کے خلاف ہے کہ فقیر فطرہ دے بھی اور دوسروں کا لے بھی۔ مرات شرح مشکوۃ ۳/ ۴۴)

س	نابالغ یا نومولود بچہ پر اور کوئی احکام نہیں ہیں نماز روزہ زکوۃ حج کچھ بھی نہیں لیکن صدقہ فطر واجب ہونے کی کیا وجہ ہے؟

ج	اس کی وجہ حدیث میں بیان کی گئی ہے تا کہ مسکینوں غریبوں کی روزی اور خوشی کے وسائل مہیا ہو جائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر لازم فرمایا کہ لغو اور بیہودہ کلام سے روزہ کی طہارت ہو جائے اور مسکینوں کے لئے کھانا ہو جائے۔ابوداود ۱۶۰۹ ابن ماجہ ۱۸۲۷ مشکوۃ ۱۸۱۸

س	اس پر کیا دلیل ہے کہ گندم نصف صاع کافی ہے؟

ج	اس پر دلیل یہ احادیث ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو صدقہ فطر دیا جائے لوگوں نے دومُد(سوا دو سیر) گندم کو اس کے قائم مقام کرلیا۔ مسلم ۹۸۴

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود تھے اس وقت ہم ہر چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام کی طرف سے ایک صاع طعام یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے حتیٰ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج یا عمرہ کے لئے آئے انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ شام کی گندم کا نصف صاع ایک صاع کھجوروں کے برابر ہوگا پھر لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ مسلم ۹۸۴ کتاب الزکوۃ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آخر رمضان میں فرمایا اپنے روزے کا صدقہ ادا کرو اس صدقہ کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا: ایک صاع کھجور یا جو یا نصف صاع گندم ہر آزاد یا غلام، مرد یا عورت، چھوٹے یا بڑے پر۔ابوداود ۱۶۲۲ نسائی ۵/ ۵۰ مشکوۃ ۱۸۱۷

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ شہر رمضان کے روزے زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں وہ اوپر نہیں اٹھائے جاتے مگر زکوۃ الفطر کے ساتھ۔الترغیب

عید منانے کا اسلامی طریقہ

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: روزوں کی گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو کہ اس نے تمہیں ہدایت فرمائی۔(سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۵)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عیدین کی راتوں میں قیام کرے اس کا دل نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مریں گے۔ابن ماجہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پانچ راتوں میں شب بیداری کرے اس کے لئے جنت واجب ہے ذی الحجہ کی آٹھویں نویں دسویں عید الفطر کی رات اور شعبان کی پندرھویں رات۔اصبھانی ترغیب

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے اس زمانہ میں اہل مدینہ سال میں دو دن خوشی کرتے تھے(مہرگان اور نوروز) آپ نے فرمایا یہ دن کیا ہیں؟ لوگوں نے عرض کی جاہلیت میں ہم ان دنوں میں خوشی کرتے تھے۔فرمایا: اللہ تعالی نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہیں عطا فرمائے عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن۔ابوداود

ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

لَیْسَ العِیْدُ عَنْ لَبْسِ الحَدیدِ إِنَّمَا العِیْدُ لِمَنْ اٰمِنَ الْوَعِیْدَ

عید نئے نئے کپڑے پہننے کا نام نہیں عید تو وعید اور عذاب سے امن میں رہنے کا نام ہے

لَیْسَ العِیْدُ لمن رکب المطایا إِنَّمَا العِیْدُ لِمَنْ تَرَکَ الخَطایا

عید عمدہ عمدہ سواریوں پر سوار ہونے کا نام نہیں عید تو گناہوں اور خطاؤں سے بچ جانے کا نام ہے

لَیْسَ العِیْد لِمَنْ بَسَطَ البِسَاطَ إِنَّمَا العِیْدُ لِمَنْ جَاوَزَ الصِّرَاطَ

عید دستر خوان بچھانے اور عمدہ کھانے کھانے کا نام نہیں عید تو پل صراط سے سلامتی کے ساتھ گذر جانے کا نام ہے۔

س عید کی نماز کا کیا حکم ہے؟

ج یہ واجب ہر اس آدمی پر جس پر جمعہ واجب ہے۔

س جمعہ اور عیدین میں کیا فرق ہے؟

ج فرق صرف اتنا ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت

دوسرا فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ قبل نماز ہے اور عیدین کا بعد نماز

۳- جمعہ میں اذان اور اقامت ہوتی ہے لیکن عیدین میں اذان اور اقامت نہیں۔ صرف اتنا کہنے کی اجازت ہے (عالمگیری و در مختار) بہار شریعت ۶۳/۴

۴- جمعہ میں فرائض سے پہلے اور بعد سنتیں ادا کرنا سنت ہیں لیکن نماز عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے عیدگاہ میں ہو یا گھر میں اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہیں اور نماز عید کے بعد عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے گھر میں پڑھ سکتا ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ چار رکعتیں پڑھے۔

س نماز عید کا ابتدائی اور آخری وقت کیا ہے؟

نماز عید کا وقت بقدر ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے سے ضحوۂ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک ہے۔ مگر عید الفطر میں دیر کرنا اور عید الاضحیٰ میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

س عید کے مستحبات کیا کیا ہیں؟

ج عید کے دن یہ امور مستحب ہیں: حجامت بنوانا، ناخن ترشوانا، غسل کرنا، مسواک کرنا، اچھے کپڑے پہننا، انگوٹھی پہنا، (مردوں کو) خوشبو لگانا، عیدگاہ جلد چلا جانا، نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا، عیدگاہ کو پیدل جانا ایک راستہ سے جانا دوسرے سے واپس آنا، نماز کو جانے سے قبل چند کھجوریں کھا لینا تین یا پانچ یا سات یا کم وبیش مگر طاق ہوں کھجوریں نہ ہوں تو کوئی بھی میٹھی چیز کھائے راستہ میں آہستہ آواز سے تکبیر کہے۔ الله اکبر الله اکبر لااله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد

ترکیب نماز عید الفطر:

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز عید الفطر واجب کی مع زائد چھ تکبیروں کے، واسطے اللہ تعالیٰ کے، منہ طرف کعبہ شریف کے (مقتدی یہ بھی کہے) پیچھے اس امام کے جب تکبیر کہے مقتدی بھی الله اکبر کہہ کر ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لیں پھر سبحانك اللهم پورا پڑھیں جب امام ثناء کے بعد تکبیر کہے مقتدی بھی کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھا کر امام کے ساتھ تکبیر کہیں۔ یوں ہی دوسری اور تیسری مگر دو پہلی تکبیروں کے بعد ہاتھ نہ باندھیں۔ ہر دو تکبیروں کے درمیان تین تسبیح کی مقدار سکوت بھی کریں پھر امام قراءت شروع کرے۔ مقتدی ہمہ تن گوش ہو کر سنیں (مقتدی کو امام کے پیچھے قراءت کرنا منع ہے) بعد قراءت حسب معمول رکوع سجود کریں۔ دوسری رکعت میں قراءت ختم ہونے پر تین تکبیریں اسی طرح کہیں مگر یہاں سے تیسری تکبیر

کے بعد ہاتھ نہ باندھیں بلکہ چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع کریں اور باقی نماز حسب دستور ادا کریں۔

س پہلی رکعت میں اگر مقتدی اس وقت شامل ہوا جب کہ امام تکبریں کہہ چکا ہو تو وہ تکبیریں کس وقت کہے؟

ج وہ اسی وقت تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام نے قراءت شروع کردی ہو اور اگر اس نے تکبیریں نہ کہیں کہ امام رکوع میں چلا گیا تو کھڑے کھڑے تکبیریں نہ کہے بلکہ امام کے ساتھ رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں تکبیریں کہہ لے اور اگر امام کے رکوع سے اٹھنے کے بعد شامل ہوا تو اب تکبیریں نہ کہے بلکہ جب اپنی پڑھے اس وقت کہے۔ بہار شریعت ۴/۶۴

س اگر امام نے نماز ادا کرلی اور کوئی شخص نماز میں شامل نہ ہوسکا تو کیا یہ اب قضا کرے گا؟

ج اس کی قضا نہیں اگر دوسری جگہ جماعت مل سکے تو پڑھ لے ورنہ نہیں پڑھ سکتا بلکہ اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ یہ شخص چار رکعت چاشت کی نماز پڑھے۔ درمختار بہار شریعت ۴/۶۵

شوال عمرہ کرنے کا حکم

س کیا شوال میں عمرہ کرنے والے پر حج فرض ہوجاتا ہے بعض لوگ عید الفطر کے دن یا اس کے بعد عمرہ کرنے سے روکتے ہیں کہ جس نے پہلے حج نہیں کیا اگر وہ اس دن یا اس مہینہ میں عمرہ کرلے تو اس پر حج فرض ہوجاتا ہے۔ بعض لوگ تو اس مہینہ میں ہر عمرہ کرنے والے پر حج فرض بتاتے ہیں اس نے پہلے حج کیا ہو یا نہ کیا ہو کیا یہ بات صحیح ہے؟

ج جو لوگ استطاعت کے بغیر شوال میں عمرہ کرنے والے پر حج فرض بتاتے ہیں ان کا دعویٰ بلا دلیل ہے جو مردود ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو پہلے فریضہ حج ادا کرچکا ہے اس پر حج کیسے فرض ہوگا ان جعلی مفتیوں سے پوچھا جائے کہ حج زندگی میں کتنی بار فرض ہے۔ تو وہ کہیں گے کہ ایک بار فرض ہے۔ اگر وہ ایک بار حج ادا چکا ہے تو دوبارہ کیسے فرض ہوسکتا حج کے مہینے میں ہزار عمرہ بھی کرے حج فرض نہیں ہوسکتا۔ باقی رہا کہ جس نے فریضہ حج ادا نہیں کیا وہ اگر عمرہ کے لئے مکہ پہنچ گیا ہے اور اوپر سے حج کا مہینہ شوال شروع ہوگیا تو اس پر بھی اس مہینہ میں عمرہ کرنے سے استطاعت کے بغیر حج فرض نہیں ہوسکتا۔ استطاعت میں صرف مکہ پہنچ جانا ہی نہیں بلکہ وہاں کے نظام کے مطابق ویزہ ہونا بھی ضروری ہے اور اس کے پاس اتنا مال بھی ہو جو اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر والوں کے لئے کافی ہو اور حج تک مکہ میں رہنے کے لئے رہائش اور طعام کے لئے بھی مال ہونا ضروری ہے تاکہ کسی سے سوال نہ کرنا پڑھے جس شخص کے پاس نہ خرچ ہے نہ ویزہ ہے اس پر حج فرض بتانا اپنی طرف سے شریعت گھڑنا ہے۔ جو شخص شوال میں واپسی کا ویزہ لے کر عمرہ کرنے گیا ہے اس کو سعودی حکام مکہ میں قیام کرنے سے منع کرتے ہیں وہ لوگوں کی تلاشی لیتے رہتے ہیں اور جو پکڑا جائے اس کو پہلے گرفتار کرکے سزا دیتے ہیں پھر واپس اس کے ملک بھیج دیتے ہیں اس لئے حج کے مہینہ میں عمرہ کرنے والے پر حج فرض بتانا اس حدیث کے بھی خلاف ہے۔ جس میں ہے بتایا گیا ہے کہ حج کی استطاعت میں سے یہ بھی ہے کہ ظالم بادشاہ نہ روکے۔

نیز جو نادار آدمی کسی کی طرف سے حج بدل کرتا ہے وہ حج کے ایام میں مکہ مکرمہ پہنچ جاتا ہے۔ اگر صرف حج کے ایام میں مکہ پہنچ جانے سے حج فرض ہوجاتا ہے تو حج بدل کرنے والے پر بھی حج فرض ہوجانا چاہئے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں نیز فقہاء نے لکھا ہے حج کے مہینوں میں صرف عمرہ کرنا جائز ہے (عالمگیری ج ا ص ۲۳۷) اس مسئلہ پر زیادہ تفصیل کے لئے دیکھئے (تفسیر تبیان القرآن ۱/۶۴۰)

س ماہ شوال کے کتنے روزے ہیں اور ان کی کیا فضیلت ہے؟

ج ماہ شوال کے چھ روزے ہیں اور ان کا ثواب دو ماہ کے روزوں کے برابر ہے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ ساری عمر کے روزوں کی طرح ہوگا۔
مسلم حدیث نمبر ۱۱۶۴ مشکوۃ ۲۰۴۷ باب صیام التطوع

کیونکہ سال میں تقریباً تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا تو رمضان کے تیس روزے تین سو بن گئے اور یہ چھ روزے ساٹھ ہوگئے

یعنی دو ماہ کے روزے۔

س یہ روزے مسلسل رکھنے چاہئے یا متفرق طور پر؟

ج دونوں طرح جائز ہیں لیکن متفرق افضل ہیں کہ عید کے دوسرے دن ایک روزہ رکھ لے باقی پانچ روزے پورے مہینے میں کچھ فاصلہ کرتے ہوئے رکھ لے۔ ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھ لیا کرے یا ایام بیض کے تین روزے رکھے یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ کو باقی تین کسی دن بھی رکھ لے۔

س اس حدیث کے راوی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نام کیا ہے آپ کا مزار کہاں ہے اور سن وصال بیان کریں

ج آپ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ منورہ میں پہلے میزبان ہیں آپ کا نام خالد بن زید ہے آپ کی وفات قسطنطیہ میں ہوئی جسے اب استنبول کہتے ہیں ۵۱ھ سن وفات ہے۔ لوگ آپ کی قبر کی برکت سے شفا حاصل کرتے ہیں انہیں شفا ملتی ہے۔ انہیں جب کوئی مشکل پیش آتی حضور ﷺ کی قبر انور پر حاضری دیتے اور قبر انور پر چہرہ ملتے تھے۔ یعنی قبر کو چومنا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

س وہ روایت بیان کریں جس میں آپ کے قبر انور چومنے کا واقعہ مذکور ہے۔

ج حضرت کثیر بن زید داود بن ابی صالح سے روایت کرتے ہیں کہ (امیر مدینہ) مروان ایک دن روضہ انور کی طرف گیا تو فَـوَجَـدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ ایک آدمی کو اس حالت میں پایا کہ اس نے اپنا چہرہ قبر شریف پر رکھا ہوا تھا تو اس نے کہا کہ تو جانتا ہے کہ کیا کر رہا ہے؟ وہ آدمی مروان کی طرف متوجہ ہوا تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ فرمایا: نعم جئتُ رسولَ الله ﷺ ولَمْ آتِ الْحَجَرَہاں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ دین پر اس وقت نہ رونا جب اس کے حاکم اس کے اہل ہوں لیکن اس وقت رونا جب اس کے حاکم نا اہل لوگ ہوں۔ مسند احمد بن حنبل حدیث ۲۳۰۷۴ جلد ۶ ص ۵۸۷ داراحیاالتراث العربی بیروت-لبنان

س اس ماہ کا مشہور واقعہ کیا ہے۔

ج اس ماہ میں جنگ احد کا واقعہ پیش آیا

س جنگ احد شوال کی کتنی تاریخ کو ہوئی اور دن اور سن بھی بیان کریں

ج جنگ احد ۱۵ شوال ۳ ہجری بروز ہفتہ کو ہوئی تفصیل کے لئے دیکھئے (مفکر اسلام حضرت قبلہ آسی صاحب کی ,,توحید اور محبوبان خدا کے کمالات،، جلد سوم قسط ۷۵ ص ۱۷۷)

س اس ماہ وفات پانے والی مشہور شخصیات کے نام بتائیں؟

ج ستر شہداء احد جن میں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔

س سیدنا حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی طرف سے کیا لقب عطا ہوا تھا۔

ج اَسَدُ اللهِ وَاَسَدُ رَسُولِهِ اللہ اور اس کے رسول کے شیر

س وہ کونسا تابعی ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے ,,خیر التابعین،، کا لقب عطا فرمایا اور ان کا وصال بھی اسی ماہ میں ہوا۔

ج حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور ان کا وصال ۷ شوال ۳۹ ھجری ہے۔

آثار صحابہ اور آلِ نجد

ابوالحقائق جناب علامہ غلام مرتضیٰ ساقی

زبیر علیزئی نجدی کا تعاقب

زبیر اور آلِ نجد کے مزید دھماکے:

ملاحظہ ہو! زبیر نے خود لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ "آپ چاشت کی نماز کو بدعت کہتے تھے"۔ (بخاری، حدیث نمبر ۱۷۷۵، صحیح مسلم) ساتھ ہی صحابی رسول کے اس فتویٰ (اثر) کی مخالفت کرتے ہوئے لکھ مارا "یہ نماز بدعت نہیں ہے"۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۲۷ شمارہ نمبر ۴)

احناف پر الزام لگانے والے زبیر آلِ نجد نے کس منہ سے صحابی کے مقابلہ میں اپنا "فتویٰ" جڑا ہے۔

☆......زبیر نے نصر الباری میں امام کے پیچھے سورہ الفاتحہ کے علاوہ قرات کرنے پر بھی آثار صحابہ پیش کئے ہیں۔ مثلاً

۱......حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے سورہ فاتحہ اور ایک سورت کا ذکر کیا۔

۲......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ظہر وعصر میں سورہ مریم پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔

۳......حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سورہ فاتحہ اور (کوئی) سورت پڑھنے کا ذکر کیا ملاحظہ ہو (نصر الباری ص ۲۹،۲۸)

اور اسی کتاب کے ص ۴۸ پر لکھا ہے "یہ (سورہ فاتحہ سے) زیادہ پڑھنا ضروری نہیں" تو کیا علیزئی یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم "غیر ضروری" کام کیا کرتے تھے؟ پھر اسے ضروری نہیں کہنا بھی صحابہ کرام کی مخالفت ہے، کیونکہ پیش کردہ آثار میں اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔

☆......زبیر نے مزید لکھا ہے کہ

"یاد رہے کہ جہری نماز میں مقتدی کو فاتحہ سے زیادہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔" (ایضاً ص ۴۸)

جبکہ یہ فتویٰ بھی صحابہ کرام کے پیش کئے گئے آثار کی مخالفت ہے، کیونکہ اس میں "جہری نماز" کا کوئی استثناء نہیں ہے۔

☆ یہ بھی ملاحظہ ہو کہ زبیر نے ایک طرف "متعدد" روایات لکھ دیں کہ صحابہ کرام جہری نمازوں میں بھی فاتحہ کے علاوہ قرات خلف الامام کرتے تھے۔ (نصر الباری ص ۱۴۶)

اور مزید لکھا ہے کہ "معلوم ہوا کہ پڑھنے والے بہت سے لوگ تھے" (ص ۱۵۶) لیکن دوسری طرف صحابہ کی مخالفت کرتے ہوئے "وہابیہ ذوق" کی یوں آبیاری کی۔ "جہری نمازوں میں مقتدی کو فاتحہ سے زیادہ پڑھنے کی اجازت نہیں" گویا عوام الناس کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام ایسے عمل کرتے تھے جن کی "اجازت نہیں"

☆......مزید لکھا ہے کہ "سری نمازوں میں فاتحہ کے علاوہ ما تیسر کی قرات جائز وافضل ہے۔ تو گویا صحابہ کرام نے جہری نمازوں میں فاتحہ کے علاوہ قرات کر کے ناجائز اور غیر افضل کام کیا (معاذ اللہ)

نوٹ: یاد رہے وہابیوں کے عام مولوی فاتحہ کے علاوہ قرات سے منع کرتے ہیں، خواہ سری نماز ہو یا جہری۔ ایسے ہی ان کی عوام بھی اسی پر عامل ہیں، تو گویا دونوں ہی عملاً صحابہ کرام کے مخالف ہیں۔

☆......زبیر علیزئی نے لکھا ہے۔" یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد ہے جو کہ نبی ﷺ کی صحیح وثابت سنت کے خلاف ہے" (الحدیث نمبر ۲۶ ص ۵۶)
مزید لکھا ہے "اگر فجر کی دو رکعتیں (گھر میں) پڑھیں تو ان کے بعد دائیں طرف کروٹ لینا مسنون ہے" الخ۔ ساتھ ہی لکھ دیا سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دو رکعتوں کے بعد نہیں لیٹتے تھے۔ الخ
سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ دو رکعتوں کے بعد لیٹا ہوا ہے تو فرمایا "احصبوہ" اسے کنکریاں مارو۔ الخ (الحدیث نمبر ۲۳ ص ۴۹)
کیا اس حرکت سے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم "مسنون امور" کی بھی مخالفت کرتے تھے، حتیٰ کہ سنت پر عمل کرنے والوں کو کنکریاں مرواتے تھے؟ معاذ اللہ

☆......آل زبیر کے "ابن بشیر الحسینوی" نے لکھا ہے: مٹھی سے زائد داڑھی کا ٹنا بالکل غلط ہے عبداللہ بن عمرؓ کی جو روایت پیش کی جاتی ہیں وہ انکا اپنا عمل ہے اور ان کا عمل دین میں دلیل نہیں بنتا۔ صحابی کا اپنا قول اور اپنا عمل دین میں دلیل نہیں بنتا...... صحابی کا اپنا عمل اور قول دلیل نہیں جب وہ دلیل نہیں تو اس سے گنجائش کیسے ملی؟ (الحدیث نمبر ۵۷، ۵۶)
دیکھئے: کس قدر تکرار، اصرار اور بار بار دہرا کر اپنے سینے کا "غبار" اگلا جا رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ زبیری نجدیوں کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مٹھی سے زائد داڑھی کا ٹنا بالکل غلط ہے۔ معاذ اللہ
نوٹ: ابن بشیر نے "عمل صحابی" سے گنجائش کا انکار کیا ہے، جبکہ زبیر نے فجر کی دو رکعت کے بعد لیٹنے پر "عمل صحابی" سے "نہ لیٹنا بھی جائز ہے" (الحدیث نمبر ۳۲ ص ۴۹) کی گنجائش نکالی ہے...... بولیے! یہ کیا تماشہ ہے؟۔
اور دوسری طرف وہابیوں کے "امام العصر" احسان الٰہی ظہیر کی داڑھی مٹھی سے بہت چھوٹی تھی، کیا وہ بالکل غلط ہے؟ یا اس کیلئے سات خون معاف ہیں وہابی ہونے کے ناطے وہ جو چاہیں کریں!۔

☆......زبیری نجدیوں نے "ایک وضاحت" کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔
گزشتہ شمارے (ماہنامہ الحدیث: ۲۷) میں ص ۵۶، ۵۷ پر "مٹھی سے زائد داڑھی...... دلیل نہیں بنتا" والی عبارت مضمون نگار محترم ابن البشیر الحسینوی کی ہے جو سہواً استاد محترم حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ سے منسوب ہوگئی، حافظ صاحب کی عبارت "صحابی کا قول اور اپنا عمل" سے شروع ہوتی ہے۔ الخ۔ (الحدیث نمبر ۲۸ ص ۲۱)
اس عبارت میں آل زبیر (زبیر علیزئی کی تائید کی ساتھ) یہ بتانا چاہتے کہ ابن بشیر کے نام سے لکھی گئی عبارت دراصل دو وہابیوں کے عبارت کا مجموعہ تھی۔ دراصل دونوں ہی یہ بتانا چاہتے تھے کہ صحابی کا قول اور عمل دلیل نہیں بنتا۔

☆......یاد رہے کہ متعہ حرام ہے (نور العینین ص ۳۹) بتا رہے ہیں کہ صحابی رسول ﷺ حرام کو جائز کہا کرتے تھے۔ معاذ اللہ ملاحظہ فرمائیں!۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے والے وہابی اہلسنت کو طعنہ دیتے ہیں کہ وہ صحابہ کرامؓ کے قول وافعال کی مخالفت کرتے ہیں۔

ایسے دھو کے وہابیوں کی گھٹی میں شامل ہیں۔ واللہ الھادی الاستدراک:

☆ مولوی عبدالمتین جونا گڑھی کی ہرزہ سرائی بھی دیکھئے!...... لکھتا ہے:
"مسئلہ طلاق میں ہم اللہ اور رسول کے طریقے کی طرف لوٹیں گے یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کی طرف، جب تقابل ہوا اور آپ یہ کہیں کہ سنت محمدی کو چھوڑ کر سنت عمر کی طرف لوٹیں گے تو کفر ہے" (حدیث خیر وشر ص ۱۴۵)
یہاں جونا گڑگی وہابی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت رسول کے خلاف اپنی سنت جاری کرنے والا قرار دے کر اس پر کفر کا فتویٰ صادر کر دیا ہے اور یہ بھی کہہ دیا کہ جو اس کو اپنائے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ معاذ اللہ۔
جبکہ صحابی کرام پر کفر کے فتوے جڑے وہابی خود زیادہ حقدار ہیں۔

مسئلہ تقلید اور آل نجد: زبیر علیزئی نے "مسئلہ تقلید" کا عنوان جما کر بزعم خود اس کی تردید میں درج ذیل دو اثر نقل کیئے ہیں:
سیدنا معاذ بن جبل نے فرمایا:

"اما العالم فان اهتدیٰ فلا تقلدوه دینكم"

اگر عالم ہدایت پر بھی ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔

(حلیۃ الاولیاء ۹۷/۵ و سند حسن وقال ابو نعیم الا صبهانی۔"وهو الصحيح")

سیدنا عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: "لا تقلدوا دینكم الرجال" تم اپنے دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو۔(السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/۲ اوسندہ صحیح) ان آثار کے مقابلے میں آل تقلید کہتے ہیں کہ "مسلمانوں پر (ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی) تقلید شخصی واجب ہے" (الحدیث نمبر ۳۰ ص ۳۰) جبکہ یہ سراسر مغالطہ، فریب اور دھوکہ ہے۔

اول: تو زبیر کا اپنا بیان بھی ان دونوں آثار کے خلاف ہے کیونکہ آثار کے ظاہری الفاظ تو مطلقاً تقلید کی تردید کر رہے ہیں اور زبیر انہیں تقلید شخصی کے رد میں پیش کر رہا ہے۔ بتایئے! انکے عموم کو کس دلیل سے خاص میں بدل دیا جائے۔ اور یہ جرأت کیوں کی؟ سچ ہے کہ جب آدمی کسی کی عداوت و مخالفت میں اندھا ہو جاتا ہے تو اس کیلئے کھودے گئے کنویں میں خود آپ ہی جا گرتا ہے۔

زبیر علیزئی نے ان آثار کو تقلید شخصی کے رد میں پیش کر کے، تقلید مطلق کا خود ہی اثبات کر دیا ہے۔ جو کہ اس کے بقول سراسر آثار صحابہ کی مخالفت ہے۔ لہذا وہ خود پہلے اس سے توبہ کرے، پھر دوسروں پر طعن کرے، تو ہم انشاء اللہ اسے گھر تک پہنچا دیں گے۔

دوم: وھابیوں کی شخصی تقلید: اگر اسکے بقول یہ روایات تقلید شخصی کے مردود ہونے پر وارد ہیں (حالانکہ یہ ان میں تحریف ہے) تو لیجئے!...... یہ عنصر بھی ان کے ایوان باطل میں نمایاں طور پر موجود ہے۔ تقلید کی تعریف میں زبیر نے خود ہی لکھا ہے:

تقلید کا مطلب یہ ہے کہ "بے سوچے سمجھے یا بے دلیل پیروی" نقل۔ بلا دلیل پیروی کرنا، آنکھ بند کر کے کسی کے پیچھے چلنا کسی کی نقل اتارنا۔ (بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۲۲)

اس تعریف کی روشنی میں اب فرقہ زبیریہ و دیگر وہابیہ کی تقلید شخصی ملاحظہ ہو!

☆......زبیر علیزئی نے لکھا: "ہمارے استاذ حافظ عبدالمنان نور پوری فرماتے ہیں کسی شے کا مذکور و منقول نہ ہونا اس شے کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں" (نور العینین ص ۵۵)

☆......مزید لکھا ہے: سورۃ الفاتحہ میں ایک سو چالیس (۱۴۰) حروف ہیں۔ (علوم القرآن ص ۱۱۲، مصنفہ فضل اکبر کاشمیری) (نصر الباری ص ۱۴۵)

یہاں نور پوری اور کاشمیری کی نقل اور بے دلیل پیروی کر کے ان کی تقلید شخصی کی گئی ہے۔

☆......ابن بشیر زبیری نے لکھا ہے: مرنے والے کے چہرہ کو قبلہ رخ کرنا مستحب ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے وفات کے وقت اپنا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر رکھا تھا۔ (الحدیث نمبر ۳۱۔ ص ۳۷) یہاں امام احمد علیہ الرحمتہ کے عمل کو دلیل بنا کر انکی تقلید شخصی کی ہے۔

☆......شیر محمد زبیری نے لکھا ہے: (میرے) ان مضامین میں احادیث کی تحقیق میرے استاد محترم شیخ ابو طاہر حافظ زبیر علیزئی حفظہ اللہ کی ہوتی ہے" (الحدیث نمبر ۴۲ ص ۴۷)

☆......زبیر علیزئی کے استاذ عطاء اللہ حنیف نے لکھا ہے: رکعات تراویح کے درمیان ذکر، اذکار، رکعتوں کے درمیان کوئی خاص ذکر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے مروی نہیں...... البتہ حضرت امام احمد بن حنبل سے ایک ذکر منقول ہے جسے وہ تراویح کے اثنا میں پڑھا کرتے تھے، چونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت امام کے معمولات و فتاویٰ عام طور پر کسی حدیث واثر پر ہی مبنی ہوتے ہیں، اس لئے اگر تراویح کے درمیانی عرصہ میں وہ ذکر کر لیا جائے تو درست ہے۔ (ماہنامہ محدث لاہور نومبر ۲۰۰۲ء ص ۲۶)

دیکھیئے! کس انداز میں امام احمد علیہ الرحمتہ کی تقلید کی دعوت دی جا رہی ہے عوام تو رہے ایک طرف علما کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ امام احمد کی بے

دلیل پیروی، انکی نقل یعنی اندھا دھند تقلید کرتے رہو، اور دلیل شرعی کو دیکھنے یا اس کا مطالبہ کرنے کی زحمت نہ اٹھاؤ، کیونکہ حضرت امام کے فتاویٰ اور معمولات عام طور پر کسی حدیث واثر پر ہی مبنی ہوتے ہیں۔

اگر کوئی حنفی اس قسم کا خوش فہمی پر مبنی نظریہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ کے متعلق قائم کرکے آپ کے معمولات اور فتاویٰ کی پیروی شروع کردے تو وہابیوں، نجدیوں اور زبیریوں کی طرف سے فتووں کی مشین گن کھل جاتی ہے اور بھانت بھانت کی بولیاں سنائی دینے لگتی ہیں، کہ یہ حرام ہے، یہ شرک ہے یہ بدعت ہے، یہ کفر ہے، یہ گمراہی ہے، یہ بے دینی ہے...... مقلد مشرک ہے، غیر مسلمان ہے، دین سے خارج ہے، وغیرہ ذلك من الخرافات لیکن لیکن خود اپنے لئے ایک الگ "شریعت" گھڑ رکھی ہے، جس میں ہر چیز حلال ہے۔

☆......ثناء اللہ مدنی نے اپنے فتاویٰ میں جگہ جگہ تقلیدی روش کو اپنایا ہے صرف ایک حوالہ بطور اشارہ ملاحظہ ہو!۔"روزے کی حالت میں ٹیکا لگوانا کیسا ہے؟ اس کے متعلق میرے خیال میں ٹیکے سے کلی طور پر احتیاط کی جائے تو اولیٰ ہے" لکھ کر آگے لکھا: ہمارے شیخ محدث روپڑی فرماتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں ٹیکہ نہ لگوانا چاہیے احتیاط اسی میں ہے۔(فتاویٰ اہلحدیث ۲، ۵۶۳)۔(ماہنامہ محدث لاہور ص ۳۲ جولائی ۲۰۰۱ء) یہاں اپنی تحقیق کی بجائے صرف اپنا "خیال) ظاہر کرکے عبداللہ روپڑی کی بے دلیل پیروی کرتے ہوئے اس کی نقل اتار تقلید شخصی کا جرم کرگئے ہیں۔

☆......داؤد ارشد نے لکھا ہے کہ: عمل اہلحدیث بھی حضرت امرتسری کے فتویٰ پر ہے" (تحفہء حنفیہ ص ۳۷۸) ثناء اللہ امرتسری کے فتوے پر اپنے عمل کی بنیاد رکھنا، سراسر وہابیوں کی تقلید شخصی ہے۔

☆......صفدر عثمانی اور عبد الرشید آف جلھن نے محدثین کے فیصلے کے سامنے خود کو "اندھا مقلد" ظاہر کرکے لکھا ہے "کیونکہ یہ محدثین کا فیصلہ ہے"۔(تحقیقی جائزہ ص ۳۵ ج ۲ گویا اب کچھ نہیں ہوسکتا۔

وھابیوں کی تقلید کی حمایت: سطور ذیل میں وہابیوں کی چند عبارات پیش ہیں جن میں انہوں نے تقلید کی حمایت کی ہے...... ملاحظہ ہو!

☆......ثناء اللہ امرتسری نے نذیر دھلوی کی تائید میں لکھا ہے کہ ایک قسم مباح ہے یعنی اس پر کوئی گناہ مرتب نہیں ہوتا۔(فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۵۲ ج ۱)

☆......اور خاص اصول کے مطابق قیاس کو صحیح ماننا، اپنا مذہب بتایا۔(ثنائیہ ص ۸۶ / ۷ ج ۲)

☆......اور لکھا ہے کہ تقلید مطلق کو مانتے ہیں: (ثنائیہ ص ۲۵۶ ج ۱)

☆......ابراہیم سیالکوٹی نے لکھا ہے: کیا ہمارے حنفی بھائی ہم اھل حدیثوں کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو تعلیم کرتے ہیں کہ وہ باوجود رسول اللہ ﷺ کی حدیث یا اقوال صحابہ نہ ملنے کے اور خود بھی کتب متداولہ مشہورہ میں علمی قابلیت نہ رکھنے کے اقوال ائمہ کو (معاذ اللہ) ٹھکرادیا کریں۔ اور مادر پدر آزاد ہوکر جو چاہیں سو کیا کریں۔ اگر انکا ہی خیال ہے تو ہم صاف الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارا مسلک سمجھنے میں تحقیق سے کام نہیں لیا۔(اسکے بعد ابراہیم نے نذیر حسین دھلوی کی تقلید کی حمایت میں عبارت نقل کی ہے جو آگے آرہی ہے)(تاریخ اہلحدیث ص ۸۵) ابراہیم میر کا یہ کہنا کہ احناف نے ہمارے مسلک کو سمجھنے میں تحقیق سے کام نہیں لیا، تو اس کی شکایت دراصل ان سے ہے کیونکہ وہابیوں نے اپنا موقف بیان کرنے میں تضاد بیانوں کا اظہار کیا ہے۔ وہ تحقیق سے اپنا مسلک نہیں بتاسکے۔

☆......مزید لکھا ہے: تقلید غیر منصوص احکام میں ہوتی اور وہ بھی اس شرط سے کہ اپنے میں اہلیت استدلال ونظر کی نہ ہو۔ لیکن جب نص شرعی موجود ہو۔ یا آدمی خود اہل نظر واہل مسلم ہو تو اس پر دلیل کی پیروی واجب ہے۔ اس امر میں کسی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے(تاریخ اہلحدیث ص ۸۲) معلوم ہوا ہے جس میں اجتہاد کی صلاحیت نہ ہو اس پر تقلید ضروری ہے۔

☆......مزید لکھا ہے: پس ثابت ہوئیں اس سے کتنی باتیں اول تو یہ کہ باطل ہوا قول ان جہلاء کا کہ کہا انہوں نے تقلید شرک ہے، بہ سبب قول اللہ تعالیٰ کے۔(ص ۶۵)

گویا وہابیوں کے شیخ الکل کے نزدیک تقلید کو شرک کہنے والے جہلاء اور بے علم ہیں، کیونکہ تقلید حکم خداوندی سے ثابت ہے۔

☆......مزید لکھا ہے: کہ جس آیت کے حکم سے تقلید ثابت ہے تو وہ اسی صورت میں ہے جبکہ لاعلمی ہو۔ قال اللہ تعالیٰ فاسئلو اھل الذکران کنتم

لاتعلمون یعنی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر (ص ٦٧) یہاں آیت قرآنی سے تقلید کا وجوب ثابت کیا ہے، اور زبیر کو آئینہ دکھا دیا، جو اس نے کہا تھا کہ اس آیت سے تقلید پر استدلال تحریف ہے۔ (بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ٢٩) وہ جان لیں کہ ان کے ''شیخ الکل''، تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں، یا زبیر خود کو منکر قرآن تصور کر لے۔ علاوہ ازیں نذیر حسین کی متعدد عبارات تقلید کی پرزور حمایت پر موجود ہیں۔ ایک عبارت ابراہیم سیالکوٹی نے تاریخ اہلحدیث ص ٥٨ پر بھی نقل کی ہے۔

نوٹ: یہ لطیفہ بھی ملاحظہ ہو! کہ ایک طرف وحید الزمان نے ''عامی پر مجتہد یا مفتی (بغیر تعین کے) تقلید کو ضروری کہہ دیا'' تو زبیر میاں چلا اٹھے کہ ''وحید الزمان متروک الحدیث ہے اور اہلحدیث اس کے اقوال اور کتابوں سے بری ہیں'' (الحدیث نمبر ٢٨ ص ١٨)

جبکہ نذیر حسین دہلوی نے صحیحین کے راویوں پر جرح بھی کی، صحابہ کرام کے اقوال، اعمال اور فہم کو دلیل و حجت ماننے سے انکار بھی کر دیا اور مذکورہ حوالہ جات میں تقلید کو واجب بھی قرار دے دیا بلکہ اسے قرآن سے ثابت کر دکھایا، لیکن بایں ہمہ زبیر کی ''نذیر پرستی'' کا یہ عالم ہے کہ لکھ دیا ''کوئی یہ نہ سمجھے کہ نذیر میاں وغیرہ میرے نزدیک متروک ہیں'' (الحدیث نمبر ٢٣ ص ٤٠)

آل نجد زبیر صاحب! آپ ہماری طرف سے مطمئن رہیں، ہم آپ کی وضاحت سے قبل بھی نذیر کو آپ کا ''مقبول'' و مقتدیٰ ہی یقین کرتے ہیں۔ بلکہ وحید الزمان کو متروک قرار دینا بھی ہم آپ کی مجبوری لاچاری یا بے قراری ہی جانتے ہیں۔ ورنہ اسکے بغیر آپ کا گزارہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ آپ کے ''وڈیروں'' نے اس کی عظمت کے گن گائے ہیں۔

☆......محمد حسین بٹالوی نے لکھا ہے کہ ''پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں، بعض لا مذہب جو کسی دین و مذہب کے بغیر ہیں اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس آزادی کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔

☆......مزید لکھتے ہیں ''دینداروں کے بے دین ہونے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔

☆......مزید لکھتے ہیں اس مقام پر ہم سے اس قدر بیان کرنے سے رہا نہیں جاتا کہ اس قسم کے اجتہادات و خیالات بے قید و آزاد جو اس مراسلت میں ظاہر کیلئے ہیں، اس ترک تقلید کا نتیجہ ہے، جو باوجود لاعلمی کے وقوع میں آتی ہے۔ اور بے علموں یا نہایت کم علموں بہ مصداق نیم ملا خطرہ ایمان سے سرزد ہوتی ہے،

☆......مزید لکھا ہے، گروہ اہلحدیث (وہابی لوگوں) میں جو بے علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں اور جن مسائل میں وہ قرآن و حدیث سے کچھ خبر نہ رکھتے ہوں ان میں اجتہاد نہ کیا کریں۔ بے علمی کا علاج سوال اور اہل علم کی پیروی ہے۔ ان کے لئے آزادی و خود اجتہادی (ترک تقلید) ہرگز جائز نہیں ہے۔ (اشاعۃ السنۃ، ١٨٨٨ء) یعنی تقلید کو چھوڑنے والے لوگ بالآخر اسلام سے پھر جاتے ہیں، بے دینی کا ایک سبب ترک تقلید ہے، ایسے لوگ ''نیم ملا خطرہ ایمان'' کے مصداق ہوتے ہیں، تقلید کا ترک جائز نہیں۔

☆......وحید الزمان حیدرآبادی نے لکھا ہے لا بد للعامی من تقلید العلماء فی الاصول و الفروع ......الخ (ھدیۃ المھدی ص ١١٠) عامی کے لئے اصول اور فروع میں علماء کی تقلید ضروری ہے۔

☆......یہی مضمون نزل الابرار جلد اول ص ٧ پر بھی ہے۔

☆......ابن تیمیہ نے بھی غیر متعین کی تقلید کو جائز، بہتر اور واجب قرار دیا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ ج ٢٢ ص ٢٤٩)

نوٹ: یہ حوالہ زبیر نے ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' ص ٣٠ پر خود بھی نقل کیا ہے۔

☆......نواب صدیق نے لکھا ہے کہ ائمہ میں سے کوئی بعض احکام میں اپنے سے بڑے عالم کا مقلد ہے۔ (الجنہ ص ٦٨)

☆......نعیم الحق ملتانی ''بھینس کی قربانی'' ص ٢٤ تا ٢٦، ص ٢١ پر تقلیدی انداز کی حمایت کی ہے۔

☆...... ماہنامہ محدث لاہور مئی ٢٠٠٣ء ص ٤٤ اور جنوری ٢٠٠٣ء ص ٧٧ پر مسالک اربعہ کو اپنانے کی ترغیب دی ہے۔

وھابیوں کی تقلیدی روش: سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں کہ وہابیوں نے صرف کینے کی حد تک ہی نہیں بلکہ عملاً بھی تقلید کو اپنا کر اپنے بنائے ہوئے شرک، حرام اور گمراہی کو سینے سے لگالیا ہے۔

(۱) ابو قاسم بنارسی نے لکھا ہے: اہل حدیثوں میں وہ بلند ہمتی و فراخ حوصلگی وحریت و آزادی جوان کا مایہ ناز تھی کم ہونے لگی ہے اور عرصہ بعید کے متروک و مردود تقلید برنگِ دیگر طرز جدید ان میں سرایت کرنے لگی۔ بلکہ پورے طور پر اثر کر گئی۔ (اہلحدیث امرتسر ۷، ۹ جولائی ۱۹۱۵ء)

(۲) ابوبکر غزنوی نے لکھا ہے: بعض دیگر اہلحدیث بھی اور مولوی عبد الجبار امرتسری بھی حافظ (ابن قیم) صاحب کے مقلد تھے۔ ہم کم علم تو تقلید و عدم تقلید کے دھندے سے فارغ ہونا چاہتے ہیں۔ مگر اہلحدیث کو بھی اس مصیبت میں دیکھ کر رونا آتا ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱۰، ۸ جنوری ۱۹۱۵ء)

(۳) وحید الزمان نے مانا کہ وہابی لوگ ابن تیمیہ اور قیم اور شوکانی کی تقلید کرتے ہیں۔ (حیات وحید الزمان ص ۱۰۲)

(۴) سلیم اللہ اعوان نے لکھا ہے کہ وہابیوں نے عبد المنان نور پوری اور عبد السلام بھٹوی وغیرہ کی تقلید کی ہے۔ (دعا کی اہمیت ص ۱۱)

(۵) بشیر الرحمٰن سلفی نے ابو البرکات اور دیگر وہابیوں کی تقلیدی کاروائیوں کا رونا بڑی دردمندی سے رویا ہے۔ (الدعا ص ۵۳، ۵۹، ۶۳)

(۶) حکیم فیض عالم نے وہابیوں کو امام بخاری کی اندھے مقلد لکھا ہے۔ (صدیقہ کائنات ص ۹۴، ۱۱۳)

(۷) عبد اللہ آف ڈیرہ غازی خان نے وہابیوں کی تقلیدی گفتگو کا اثبات کیا ہے۔۔ (ضرب الناس کا جواب ص ۳)

(۸) نعیم الحق مراد آبادی نے بھی اپنی جماعت کی تقلیدی فکر کا رونا رویا ہے (بھینس کی قربانی ص ۱۹، ۲۱) وغیرہ ذالک

رائے اور قیاس کا اعتراف بھی تقلید ہے:

فاروق الرحمٰن یزدانی نے رائے اور قیاس کو تقلید قرار دے کر بدعت اور گمراہی کہا ہے۔ (احناف کا رسول اللہ سے اختلاف ص ۱۵۹)

جبکہ وہابیوں نے رائے اور قیاس کو بھی مانا ہے۔ ملاحظہ ہو (فتاویٰ اہلحدیث ص ۵۷ تا ۵۹ ج ۱ ص ۲۹، ۵۰۶، از امرتسری)

☆......زبیر علیزئی نے عبد اللہ غازیپوری اور علی سعید کے حوالہ سے رائے، قیاس اور اجتہاد کا اثبات کیا ہے۔ (القول المتین ص ۱۰)

☆......زبیر نے خود بھی ''صحیح العقیدہ اہلسنت'' کے عالم کی رائے کو ماننے کی ترغیب دی ہے۔ (دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۵) جبکہ ص ۳۲ پر اسی بات کی تردید کی تھی اور ص ۴۴ پر خطیب بغدادی اور حافظ ابن عبد العبد کی تقلید کی حمایت پر عبارات نقل کی ہیں۔ معلوم ہوا کہ زبیر تضادات کا مجموعہ ہے۔

حنفی، شافعی وغیرہ کہلانا: فاروق وہابی نے حنفی شافعی کہلانے پر بھی قدغن لگائی ہے (ایضاً ص ۴۰) جبکہ حنفی کہلانا خود اکابر وہابیہ سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو! محمد حسین بٹالوی حنفی کہلایا۔ (فتاویٰ اہلحدیث ص ۱۰۸ ج ۱)

ماہنامہ محدیث لاہور ص ۷، ۷ جنوری ۲۰۰۳ء پر ہے کہ ''کئی اکابر اہل حدیث اعتدال کے پیش نظر بسا اوقات اجتہادی مسائل میں اپنے تئیں کسی بڑے امام حدیث وفقہ کی طرف منسوب کرنے میں حرج نہیں سمجھتے رہے'' بتایا جائے کہ موجودہ وہابیوں کی یہ ''بے اعتدالیاں'' کیوں ہیں؟ حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ کو امام اعظم'' لکھنا: یحییٰ گوندلوی نے لکھا ہے کہ: ابو حنیفہ کو امام اعظم لکھنا خالص حنفی نظریہ کی ترجمانی ہے۔ (مطرقتہ الحدید ص ۵۰) جبکہ ان کے بڑوں نے اسی خالص حنفی نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے ان کی ناک کاٹ دی ہے۔ ملاحظہ ہو!

معیار الحق ص ۱۳، ۲۱، ۲۸، ۶۰، ۲۱۹، ۶۲۳ وغیرہ از نذیر حسین دہلوی، تاریخ اہلحدیث ص ۱۷۱، ۲۷۱، از ابراہیم سیالکوٹی، صلوۃ الرسول ص ۱۹۷، سیرۃ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ ص ۷، ۴۷، از عبد المجید سوہدروی وغیرہ ذلك الوهابين النحدين معلوم ہوا ہے کہ یہ تقلیدی انداز انکے گھر میں بکثرت پایا جاتا ہے۔

قرآن و حدیث کے حوالے کے بغیر فتویٰ دینا: اس انداز کو بھی وہابیوں نے تقلیدی روش قرار دیا ہے کہ فتوے دینے والا اپنے فتویٰ میں قرآن و حدیث کا حوالہ نہ دے۔ ملاحظہ ہو! (تحفہ حنفیہ ص ۴۶۹ داؤد ارشد) وہابیوں کے فتاویٰ کو دیکھ لیجئے! آپ کو ان میں یہ عنصر وافر مقدار میں ملے گا، کہ جہاں فتویٰ قرآن وسنت کی بجائے اقوال امت اور اپنی آراء سے دیا گیا ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں! فتاویٰ ثنائیہ............

مقلدین کی حمایت: وہابیوں کی ایسی بے شمار عبارات ہیں جن میں انہوں نے مقلدین کی حمایت کی ہے، اگر وہ ردِ تقلید میں سچے ہوتے تو مقلدین کی حمایت کرتے ہوئے انکی عظمتوں کے قصیدے نہ پڑھتے اور نہ ہی خود کو انکی طرف منسوب کرتے،

☆......عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے: شرعاً وجوب تقلید شخصی کا قائل انتہاء ناجی ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ اہلحدیث ص ۷ ج ۱)

☆......ثناءاللہ امرتسری نے لکھا ہے:

ہر کلمہ گو غیر مشرک کو شفاعت (رسول) ہوگی، مقلدین بھی اس میں داخل ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۱۸۶)

☆......شاہ ولی اللہ کا مقلد، حنفی ہونا واضح ہے (تاریخ اہلحدیث ص ۲۸۸) لیکن وہابیہ انہیں اپنا اکابر مانتے ہیں (ثنائیہ ص ۲۲۳)

☆............حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت امام ربانی کٹر حنفی مقلد تھے، لیکن وہابیوں نے اہل تقلید، مقلدین، احناف کو اہل حق اہلسنت مسلمان اور فوت شدگان مقلدین کو رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھا ہے۔

بتایا جائے کہ اگر تقلید شرک، کفر، حرام اور جہنم میں جانیکا سبب ہے تو مقلدین کے متعلق یہ حمایت پر مشتمل امور اپنانے یا لوگوں کو دکھانے کا دھندا کیوں ہے؟ کیا یہ کھلا تضاد اور واضح دجل نہیں ہے جو وہابی حضرات دن رات کررہے ہیں۔

مسئلہ تقلید پر احناف کو صحابہ کرام کی مخالفت کرنے کا طعنہ دینے والے وہابیوں کو آئینہ میں اپنا مکروہ چہرہ دیکھ لینا چاہیے! کہ وہ از سرتا پا تقلید سے کس قدر ''ملوث'' ہیں؟

سوم: تقلید کے رد میں پیش کیے گئے زبیری ودیگر نجدی دلائل کی حقیقت کو ان کے ''امام العصر'' ابراہیم سیالکوٹی نے یوں طشت از بام کیا ہے.....لکھا ہے: ''اسلامی دنیا میں اہل حدیث کے مسلم پیشوا اور مجتہد امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۰ء) نے القول المفید میں ادلۂ تقلید پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اپنی بے نظیر تفسیر فتح القدیر میں آیت و لاتقف مالیس لك به علم (بنی اسرائیل پ۱۵) کو اور آیت ان الظن یغنی من الحق شیئا (النجم پ۲۷) کے عموم کو مخصوص البعض کہہ کر اتباع رائے کی جائز اور ناجائز صورتیں صاف الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ اور کوئی صاحب علم جو نصوص قرآن و حدیث پر بالغ نظر یہ رکھتا ہو۔ا۔ور اس کو خدا نے علوم خاصہ میں سے بھی کافی حصہ دیا ہو اور طبع کی سلامتی اور اصابت رائے کی نعمت بھی بخشی ہو اس تقسیم سے گریز نہیں کرسکتا۔ ورنہ نصوص کی عدم رعایت سے (معاذ اللہ) شریعت مہمل و بیکار سمجھی جائے گی (تاریخ اہلحدیث ص ۵۶) اس عبارت میں دوٹوک بتادیا گیا ہے کہ وہابی مولوی تقلید کے رد میں جو دلائل پیش کرتے ہیں وہ مطلقاً تقلید کی تردید پر دلالت نہیں کرتے بلکہ ان سے تقلید کی بعض صورتیں مخصوص و مستثنیٰ ہیں۔ یہ بات نہ ماننے والا کم نظر، علوم سے تہی دامن، ناقص رائے والا اور شریعت کو مہمل و بیکار کرتا ہے۔ معاذ اللہ۔

تقلید کی مخصوص اور مستثنیٰ صورت کا سمجھنا دشوار نہیں، عبارات وہابیہ سے روز روشن کی طرح وہ ہی صورت ہے کہ عامی، لاعلم، غیر ماہر یعنی غیر مجتہد امام اور ماہر قرآن وحدیث کی تقلید کرے۔

آثار صحابہ کا مفہوم: پیش کیے گئے آثار صحابہ میں بھی یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ وہ فروعی، غیر منصوص اور جن مسائل میں اہل علم کا اختلاف ہو، نصوص کے مختلف ہونے کی صورت میں تب بھی کسی کی تقلید نہ کی جائے۔ بلکہ آثار میں (بشرطیکہ انہیں کرلیا جائے تو) تقلید جامد، تقلید مذموم اور عقائد میں تقلید کا رد ہے کسی آدمی کی یوں تقلید (پیروی) نہ کی جائے کہ اگر وہ دین سے پھر جائے۔ اسلام کو چھوڑ بیٹھے اور کفر اختیار کرلے تو بھی اسکی اتباع ہی کی جائیگی۔ جیسا کہ سنن کبریٰ ۲/۱۰ کے حوالے سے پیش کی گئی حضرت ابن مسعودؓ کی روایات میں یہ الفاظ ہیں: فان ابیتم فبالاموات لا بالا حیاء یعنی اگر تم تقلید کرنا ہی چاہو! تو زندوں کی بجائے مردوں کی تقلید کرلو! ایسے آپکا قول طبرانی کبیر ص ۱۶ ج ۱۲۶ ج ۹ برقم ۸۷۶ پر موجود ہے کہ (کسی آدمی کی یوں تقلید نہ کروکہ) ان امن امن وان کفر کفر۔ کہ اگر وہ ایمان لائے اور اگر کفر کرے تو وہ بھی کفر اختیار کرلے۔ ان روایات میں ایسی جامد اور مذموم تقلید کی تردید ہے اور ایسی تقلید کے اہلسنت بھی ہرگز قائل نہیں۔ لیکن افسوس! زبیر علیزئی نے حقیقت مسئلہ کو چھپانے کیلئے اصل الفاظ چھپادیئے اور عوام سے دھوکہ کردیا۔ معلوم ہوا کہ فروعی مسائل پر غیر مجتہد کیلئے ترک تقلید پر وہابیہ کے پاس کوئی دلیل نہیں، سوائے دھوکہ وفریب کے، اور اس تقلید سے ان کا اپنا دامن بھی داغدار ہے۔ واللہ الھادی۔

☆......☆......☆

اسلامی جہاد امن کا سویرا

پروفیسر ڈاکٹر عبدالنعیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دشمنان اسلام کو ہر دیندار مسلمان جہادی اور ہر مدرسہ اور اسلامی تنظیم دہشت گردی کا مرکز نظر آتا ہے۔آج یہود ونصاریٰ اور سنگھ پریوار جہاد کو غلط معنی پہنا کر مسلمانوں کو بربر ووحشی، لٹیرا اور خونی اور سلامتی وامن وآشتی کے مذہب۔دین فطرت اسلام کو غیر مذہب اور دہشت گردی کا مذہب قرار دینے میں اپنے تمامتر ذرائع ابلاغ کو بروئے کار لارہے ہیں۔

قبل اس کے کہ جہاد کے معنی پر بحث کی جائے اور اس کے برکات وفوائد ظاہر کئے جائیں ضروری ہے کہ ستیہ واہنسا(Truth and non violence) کے نام نہاد علمبرداروں اور حقوق انسانی اور امن عالم کے جھوٹے دعویداروں کے وحشیانہ کارناموں کے چند نمونے پیش کرتے چلیں۔(ا) قرون وسطیٰ میں جب صلیبی جنگوں (Crusades) کا طویل سلسلہ مسلمانوں پر مسلط کیا گیا تو مسلمان اپنی تعلیمات جہاد اسلامی کی رعایت میں اپنے عہد کی پابندی کرتے رہے مگر ان صلیبوں کا یہ عالم تھا کہ یہ مسلسل بدعہدی کے ذریعہ وحشت وبربریت اور خونریزی اور ہلاکت برپا کرتے رہے اور مظلوم مسلمانوں کے لہو سے اپنی خونیں پیاس بجھاتے رہے۔

یہ صلیبی جب اپنے دوسرے حملے میں معرۃ النعمان پہنچے اور وہاں کے مسلمانوں نے بحالت مجبوری ہتھیار ڈالنے کا ارادہ کیا تو صلیبیوں نے بظاہر تو یہ معاہدہ کرلیا کہ اہل معرہ کی جان ومال اور عزت وآبرو پر کوئی حرف نہ آئے گا لیکن جب یہ صلیبی آبادی میں داخل ہوئے تو جوروستم کا وہ خونی کھیل کھیلا کہ بوڑھوں، بچوں، اور عورتوں تک کو بھی نہیں بخشا، مکانات کو نذر آتش کردیا اور اس طرح تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کو قتل کرڈالا۔آبادی کو قبرستان میں تبدیل کرنے کے بعد ظالم صلیبی بیت المقدس پر حملہ آور ہوئے۔انبیاء اور مرسلین کی اس مقدس سرزمین کو ان درندوں نے انسانی خون سے رنگین کردیا، شہر بیت المقدس اور حرم مسجد قدس مسلمانوں کا مذبح بنایا گیا۔صلحاء اور زہاد کو بھی نہیں بخشا گیا۔شہر کے گلی کوچے انسانی لاشوں سے پٹ گئے اور مسیحی سپاہیوں نے خون کے دریا میں رقص کرکے جشن فتح منایا۔لیکن جب اسی بیت المقدس کو اسلامی سپہ سالار سلطان صلاح الدین نے اس ظلم عظیم کے نوے سال بعد ۱۱۸۷ء میں فتح کیا تو اسلامی رواداری اور امن پسندی کا وہ مظاہرہ کیا کہ خود عیسائیوں نے صلاح الدین ایوبی کی سلامتی کی دعائیں کیں۔

قسطنطنیہ جب چوتھے صلیبی جنگ کے موقع پر ۱۲۰۴ء میں مسیحیوں کے قبضہ میں آیا تو ان لوگوں نے (اومن کیتھولک عسائیوں نے) اپنے ہی مذہب کے پروٹسنٹ فرقے کے عسائیوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا Histroy of Europe by H.A.L.Fisher سے سنئے

(a) In 1201 pope innocent III called for a further crusade .This mighty catholic army with the pope's blessing went to vemice enroute to jerusalem. Form there they made a sudden unexpected attack upon constantinpole, the capital of the Eastern catholic Roman empire .These crusaders attacked constantinpole in

1204 A.D and massacared its christian population for several days without even sharing the women and children .The Byzantanian catholics fled for their lines to Western Anatolia.From here these christians recaptured their capital in 1261 from the hands of these so called holy crusaders of the pope . Constantinpole never recovered from its destruction by the Roman Catholics .This was the main cause of its fall into muslim hands in 1453A.D.Since then it has formed a part of turkey. (H.A.L.Fisher: A Histroy of Europe.chapter xxll page 265)

یعنی ۱۲۰۱ میں پوپ انوسنٹ سوم نے دوبارہ صلیبی جنگ کی پکار کی۔ طاقتور کیتھولک عیسائی فوج نے پوپ کی دعا کے سایہ میں براہ یروشلم (بیت المقدس) وینس کی طرف کوچ کیا جہاں سے انہوں نے مشرقی رومن کیتھولک سلطنت کی راجدھانی قسطنطنیہ پر اچانک غیر متوقع حملہ کر دیا (اور صلیبوں نے قسطنطنیہ کو تاراج کر ڈالا اور عورتوں اور بچوں کی رعایت کئے بغیر کئی دنوں تک عیسائی آبادی کا قتل عام کرتے رہے۔ بازنطینی عیسائی اپنی جان بچانے کے لئے مغربی اناطولیہ کی طرف بھاگ گئے۔ ان بازنطینیوں نے ۱۲۶۱ء میں پوپ کے ان نام نہاد صلیبیوں کے قبضہ سے پھر سے قسطنطنیہ کو حاصل کیا۔ لیکن اس کے بعد رومن کیتھولک کی تباہی و غارت گری سے قسطنطنیہ پھر کبھی بحال نہ ہو سکا اور یہی خاص سبب تھا کہ ۱۴۵۳ء میں مسلم فاتحین نے اس پر قبضہ کیا اور تب سے وہ ترکی کا حصہ بن گیا۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی مشہور مورخ شارل ڈیل کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں راہبوں نے ان دردناک مناظر کو اپنی آنکھوں سے خود دیکھا وہ بیان کرتے ہیں کہ درحقیقت حضرت محمد ﷺ کے پیروکاروں نے اس شہر کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو خود مسیح علیہ السلام کے نام لیواؤں نے کیا۔ (دکتور مصطفیٰ السباعی، من روائع حضارتنا)

مسلم فاتح کا سلوک: سلطان محمد فاتح جب بحیثیت فاتح قسطنطنیہ میں داخل ہوئے تو اسلامی رواداری، رحمدلی، فیاضی اور انسان دوستی کا وہ ثبوت دیا کہ بازنطینی اسی قسطنطنیہ کو اپنے لیے گہوارۂ امن سمجھنے لگے۔

بیسویں صدی میں یہود و نصاریٰ اور سنگھ پریوار کی بربریت کی ایک جھلک

پہلی اور دوسری جنگ عظیم جس میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، اٹلی وغیرہ سبھی شامل تھے آگ اور بارود کا کھیل کھیل کر ان ملکوں نے کروڑوں انسانوں کا قتل عام کیا۔ مولانا بدالقادری نے جو جائزہ پیش کیا ہے اس کی رو سے پہلی جنگ عظیم میں تہتر لاکھ بتیس ہزار انسان ہلاک ہوئے اور دوسری جنگ عظیم میں چار کروڑ چونتیس لاکھ تنتالیس ہزار گیارہ انسانی جانیں ضائع ہوئیں، (کتاب اسلام اور امن عالم ص۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶)

امریکہ نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر جو بم گرائے ان کے مہلک اثرات سے ان شہروں میں آج بھی بیشتر بچے اپاہج پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ہے ان نصرانیوں کی درندگی کا ایک نمونہ۔

امریکہ اور برطانیہ نے عربوں کی سرزمین پر بنام ''اسرائیل'' ایک نئے یہودی ملک کو جنم دیا۔ لاکھوں فلسطینی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، بے گھر بے در ہوئے اور اسرائیل آج تک عربوں کی سرزمین پر ناسور بنا سٹرانڈ بکھیر رہا ہے اور عربوں کو اپنی دہشت گردی کا آئے دن شکار کرتا رہتا ہے، بیت المقدس کو بے حرمتی اور پامالی کے نت نئے نظارے دکھاتا رہتا ہے۔

برطانیہ بشمول ہندستان کتنے ملکوں کو طویل مدت تک غلاموں کی زنجیروں میں باندھ کر جور وستم کی چکی میں پیستا رہا۔ جلیانوالہ باغ میں قتل عام کا وہ نظارہ پیش کیا کہ ان فرنگیوں کی درندگی پر شیطان بھی شرما گیا۔ مساجد شہید کیں، مدارس برباد کئے، مسلم نوابوں کے ساتھ وحشیانہ اور بہیمانہ سلوک کیا امریکہ نے ویت نام پر برسوں تک جنگ مسلط کر کے جان و مال اور عزت و آبرو کی تباہی کا جو کھیل کھیلا اسے دیکھ کر انسانیت بلبلا اٹھی۔ افغانستان اور عراق پر طاقت کے نشہ میں چور نصرانی ذریات امریکہ اور اس کے نصرانی حلیفوں نے قتل و غارت گری کا ریکارڈ توڑ دیا۔

فرقہ پرستوں نے ۱۹۴۷ء سے لے کر ابتک کے ۵۶ برسوں میں آزاد بھارت میں اقلیت پر فسادات مسلط کر کے انسانی سروں کی جو فصلیں اگائیں، عصمت کی چادروں کو جس طرح تار تار کیا، مسلمانوں کے لہو سے ہولی کھیلا، ان کے گھروں کو نذر آتش کر کے دیوالی منائی یہ سب تاریخ عالم کا ایک سیاہ باب ہے۔ بابری مسجد کی شہادت، گجرات کے فسادات نے پوری دنیا میں بھارت کی امن پالیسی کی قلعی کھول دی اب آگے ان کے اور کیا منصوبے ہیں وہ بھی کسی ذی شعور ہندستانی سے پوشیدہ نہیں۔

زمانے کی نیرنگی۔ کیا الٹا زمانہ آگیا ہے　　　　خرد کا نام رکھ دیا جنوں، جنوں کا خرد

تیرگی کے پجاری روشنی کے قاسم کو اندھیرے کا قیدی اور خود کو اجالے کا پروردہ بتا رہے ہیں۔ وحشی قومیں اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے رہی ہیں۔

اسلام اور انسانی اقدار کا تحفظ: یہ اسلام ہی ہے کہ جب اس کا سورج چمکا تو زمانے کو علم و اخلاق اور شرافت و تہذیب کی روشنی اسلام نے انسانوں کو زندگی اور بندگی کا شعور و سلیقہ عطا کیا، جہانگیری اور جہانبانی کے آداب سکھائے۔ آیئے دیکھئے اسلام کے نزدیک انسانی جان و مال، عزت و آبرو کی کیا قیمت ہے اور اسلام نے غیر مسلموں کے مذہب اور مذہبی رسوم کے تحفظ کی کیسی ضمانت دی ہے ملاحظہ کیجیے۔

(۱) جس نے کوئی جان قتل کی بغیر کسی جان کے بدلے یا زمین میں کسی فساد کے بغیر تو گویا اس نے سارے انسانوں کا قتل کیا اور جس نے کسی ایک جان کو ہلاکت سے بچالیا تو گویا اس نے سارے انسانوں کو بچالیا (سورہ مائدہ۔۴)

(۲) حضور ﷺ نے فرمایا ''تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے اور تمام مخلوق میں خدا کا سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبے کو زیادہ نفع پہنچائے (طبرانی) (ب) سارے لوگ ایک کنبہ ہیں'' (صحیح مسلم)

حقوق انسانی کے تعلق سے اسلامی قانون کا مختصر جائزہ:

(۱) بے وجہ کسی انسان کو تکلیف نہ دی جائے اور اس کی جان و مال کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ (۲) کسی شرعی جواز کے بغیر کسی سے سخت کلامی نہ کی جائے نہ تذلیل کی جائے۔ (۳) ہر انسان کی بیماری، پریشانی، مصیبت، بھوک پیاس اور ناگہانی آفت میں مدد کی جائے۔ (۴) شرعی جواز کے سوا کسی حال میں کسی کو ایذا نہ دی جائے۔ مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کا ارشاد ہے ''تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا'' (سنن ابی داؤد، مشکوۃ) اسلام نے عصبیت، حسد، غیبت وغیرہ کی بھی مذمت کی ہے۔ (۱) حضور ﷺ نے فرمایا ''اپنی قوم سے محبت رکھنا تعصب نہیں ہے البتہ ظلم میں اپنی قوم کی مدد کرنا تعصب ہے۔ (۲) قرآن کریم میں ارشاد ہوا ''کسی قوم کی دشمنی ہمیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان سے عدل نہ کرو، ہر حال میں عدل کرو'' یہ روشن تقوی سے زیادہ قریب ہے۔'' (سورہ مائدہ۔۸) (۳) قرآن میں صاف ارشاد ہوا ''لا اکراہ فی الدین'' دین میں کچھ زبردستی نہیں'' (البقرہ:۲۵۶) (۴) کتاب الاموال میں ہے ''ان کے دین میں کسی قسم کی زبردستی نہ کی جائے'' (کتاب الاموال لابی عبید ص:۱۴۰) (۵) انکے اور انکی شریعتوں کے درمیان حائل نہ ہوا جائے (تاریخ طبری) (۶) یہ لوگ (غیر مسلم) اپنی گواہی کے احکام، نکاح کے امور، وراثت کے قوانین اور دیگر تمام مذہبی احکام میں آزاد ہیں (کتاب الاموال) (۷) یہودیوں اور نصرانیوں کے عبادت خانے نہ گرائے جائیں، یہ لوگ ناقوس بجانے اور اپنی عید کے دن صلیب نکالنے سے نہ روکے جائیں۔ یہ لوگ رات اور دن میں جب چاہیں عبادتی نمازوں کے اوقات کے علاوہ ناقوس بجائیں (کتاب الخراج) (۸) اسلام نے بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے (الاعراف:۳۳) (۹) اسلام نے عیب جوئی کی سخت مذمت کی ہے (الحجرات۱۲)، (۱۰) اسلام نے ذمی و معاہد کے جان و مال کو حرمت کا وہی مرتبہ دیا ہے جو مسلمان کی جان و مال کی حرمت ہے

اسلام نے بدعہدی کی سخت مذمت کی ہے، امانت میں خیانت کو حرام قرار دیا ہے، سود، شراب، زنا، بے حیائی وغیرہ کی سخت سزائیں رکھی ہیں۔

انسان تو انسان؛ جانوروں اور چاپایوں کے حقوق کی بھی رعایت کی ہے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے جانوروں کے چہرے پر مارنے اور اسے داغنے سے منع فرمایا ہے۔ جانوروں سے ان کی طاقت سے زیادہ مشقت لینے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق بعض اوقات جانوروں کے ساتھ رحم و شفقت کے باعث انسان جنت کا مستحق بن جاتا ہے اور ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کی وجہ سے عذاب میں ڈالا جاتا ہے۔ اسلام نے صرف

قوانین ہی نہیں بنائے ہیں بلکہ اسلام کے پیروؤں نے ہر دور میں ان پر عمل کر کے دکھایا بھی ہے۔
فتح مکہ اور عام معافی: مکہ معظمہ جو حضور ﷺ کا وطن مالوف تھا اسی مکہ سے کفار و مشرکین کے ظلم و ستم کے نتیجے میں حکم الٰہی کے تحت آپ اور آپ کے اصحاب نے مدینہ کے لئے ہجرت فرمائی اور پھر جب آپ نے ۸ھ میں اسی مکہ کو خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر فتح کیا تو اعلان فرمادیا۔ "آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو" اسی بے مثال رواداری اور رحمت عالم کی دریادلی پر اظہار خیال کرتے ہوئے اسٹینلے لین پول (Stanley Lane Pole) کہتا ہے۔

"Facts are hard things and it is a fact that the day of Muhammad,s greatest triumph over his enemies was also the day of his grandest victory over himself .He freely forgave the Qureysh all the years of sorrow and cruel scorn they had inflicted on him: he gave amnesty to the whole population of Mekka"(Stanley Lane pole:the prophet and Islam)

"یعنی حقیقتیں بڑی سخت ہوتی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دشمن پر عظیم ترین فتح و نصرت کا دن خود ان کی اپنی ذات پر نہایت ہی شاندار کامیابی کا دن تھا۔ آپ نے نہایت کشادہ دلی کے ساتھ ان قریش کو معاف کر دیا جنہوں نے برسوں آپ کو غم والم میں مبتلا رکھا، نفرت و حقارت سے آپ کو دیکھا اور ظلم و ستم ڈھائے۔ آپ نے مکہ کی ساری آبادی کو عام معافی دے دی۔"

اس مثال سے دکھانا یہ مقصود ہے کہ دیکھنے والے حقوق انسانی نیز امن کے جھوٹے علمبرداروں کے چہرے بھی دیکھ لیں اور دین فطرت اسلام کے پیروؤں کے چہرے بھی دیکھ لیں اور فیصلہ کریں کہ صحیح معنوں میں دہشت گرد کون ہے۔ اب آیئے جہاد کے معنی و مقصد کا جائزہ لیتے ہیں۔
جہاد کے آداب: آداب جہاد میں یہ بھی داخل ہے کہ جانوروں کو نہ مارا جائے۔ ہری بھری کھیتوں اور پھل دار درختوں کو برباد نہ کیا جائے۔ جو لوگ شامل جنگ نہ ہوں انہیں آزار نہ پہنچایا جائے کسی مقتول کی صورت نہ بگاڑی جائے۔ لوگوں کے ساتھ بدعہدی اور خیانت نہ کی جائے، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے نہ ہی گوشہ نشین عابدوں کو۔
جہاد کیوں؟ جس طرح صحت مندی کے لئے غذا، بیماری کے لئے علاج، کھیتی کے لئے پانی ضرورت ہے اسی طرح شر و فساد، ظلم و عدوان اور ہر طرح کے کرپشن، بدعنوانی اور برائی کے انسداد کیلئے جہاد ضروری ہے۔ آج کی دنیا کا کیا عالم ہے، کسی بھی ہوشمند انسان سے پوشیدہ نہیں! آج کی مادہ پرست دنیا میں روحانیت کا نام و نشان نہیں۔ ظلم و عداون، بے عدلی نفرت، تعصب، بے حیائی، عریانیت، زنا کاری ہم جنسی، شراب نوشی، رشوت ستانی، سودخوری، غرضیکہ شیطنت عروج پر ہے۔ بس یہ عالم ہے کہ:

نار یوں کا دور ہے دل جل رہا ہے نور کا

ایمان کی روشنی مدھم پڑ رہی ہے۔ کفر و الحاد کے اندھیرے تیز سے تیز تر ہو رہے ہیں۔ بھانت بھانت کت ازم سوشل ازم، کیپٹل ازم، فسطائیت (فاشسزم) سیکولرازم وغیرہ نظامہائے ملکی اسلامی اقدار کو پامال کر رہی ہیں۔ ملکوں کی تقسیم جغرافیائی لحاظ سے جدا جدا قومیتوں کو جنم دے رہی ہے۔ اس عالمی عذاب کو ختم کرنے کا نظام اور اس کے انسداد کی طاقت صرف اور صرف اسلام کے اندر ہے اور الٰہی نظام اور خدائی قانون کو رائج کرنے کی جدوجہد کا نام "جہاد" ہے۔ جہاد دہشت گردی اور جور و ستم نہیں بلکہ رحمت و برکت ہے۔ جہاد ہر برائی کے ناسور کو کاٹ کر انسانیت کو جسم کو بچائے رکھنے اور اس کی سڑانڈ سے دنیا کو محفوظ رکھنے کے عمل جراحی کا نام ہے۔

جہاد امن و آشتی کا نور ہے سبب انتشار نہیں!

لیکن ہاں! مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ دین بیزاری، بے عملی، افتراق و نفاق اور مغرب کی پیروی کے حصار سے نکل کر اسلام کے سایۂ رحمت میں آجائیں۔ خود کو زبان و قلم۔ علم و عمل و اخلاق سے آراستہ کریں اور اسلام میں پورے طور سے داخل ہوجائیں اور دنیا کو امن و آشتی کا گہوارہ بنادیں۔

آج بھی ہو گر ابراہیم سا ایماں پیدا   آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

اسلام اور طب جدید

ڈاکٹر محمد عالمگیر خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام دین فطرت ہے، بہ نظر غائر دیکھا جائے تو روحانیت کا سرچشمہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ ہماری مادی زندگی کیلئے بھی ایک بہترین اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونے سے اس کے پیروکار نہ صرف مادی، معاشی اور سیاسی عروج حاصل کر سکتے ہیں بلکہ صحت وتوانائی کی دولت سے بہرہ ور ہو سکتے۔ اس ضمن میں قرآن مجید اور احادیث رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں چند باتیں عرض کروں گا۔ جن پر میں نے ایک معالج اور طب جدید کے طالب علم کی حیثیت سے غور کیا ہے۔

قرآن کریم کا ہر لفظ حقیقت ازلی ہے اور سائنس مشاہدہ حقیقت اس کو سمجھنے کیلئے تیسرے پارے میں سورۃ آل عمران کی ساتویں آیت پر غور کیجئے ارشاد خداوندی ہے:

ھو الذی انزل علیک الکتب منہ ایت محکمت ھن ام الکتب واخر متشبھت ط فام الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ ابتغآء الفتنۃ وابتغآء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربناومایذکر الااولواالالباب

وہی خدا ہے جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں ایک محکمات، جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے۔ وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بخلاف اس کے جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے کہ ہمارا ان پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانشمند لوگ ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

اس آیت سے بالکل ظاہر ہے کہ قرآن حکیم میں دو قسم کی آیات نازل ہوئی ہیں اول محکمات جو احکام قرآنی میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں اٹل ہیں۔ ان کا مطلب واضح اور مقصد نزول عیاں ہے ان میں کسی قسم کی تاویل کی ضرورت ہے نہ گنجائش۔

دوم وہ آیات، جنہیں اللہ تعالیٰ نے متشابہات کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ان آیات کا تعلق تا حال ماورائے عقل حقائق سے ہے اور انسان علم وحواس کے ذریعے سر دست ان کا ادراک نہیں کر سکتا۔ ان کا صحیح مطلب اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ البتہ **راسخون فی العلم** یعنی دانشمند عالم ان آیات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ **راسخون فی العلم** سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو اپنے علم وفن میں پختہ، ماہر وکامل یعنی اسپیشلسٹ ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ علم کا دائرہ نہایت وسیع ہے اور اس کے حدود ہمیشہ پھیلتے اور وسعت پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ انسانی ترقی کا ہر قدم اس میں نئے اضافے کا موجب بنتا ہے، آسان اور عام فہم لفظوں میں یوں سمجھئے کہ دین، طب انجینئرنگ، زراعت، صنعت، سائنس وغیرہ تمام علوم، علم کے اس دائرے میں شامل ہیں، جن کا قرآن پاک نے ذکر فرمایا ہے، پھر قرآن کریم کا کمال یہ ہے کہ احکام واصول سے متعلق کوئی بات اس نے تشنہ یا

نامکمل نہیں رہنے دی۔ اندازہ لگایئے اس سلسلے میں قرآن کے الفاظ کس درجہ واضح ہیں۔

ونزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیءٍ (النحل:۸۹ پارہ ۱۴)

اور ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی۔

یہ آیت اس بات کی شاہد ہے کہ قرآن میں ہر امر کی صاف صاف وضاحت موجود ہے۔ ضرورت صرف دولت ایمان سے بہرہ ور ہو کر تلاش اور جستجو کی ہے۔ رہیں آیات متشابہات، تو ان کو سمجھنے کیلئے حضور سرور کائنات ﷺ کی احادیث اور آپ کے ارشادات گرامی ہمارے رہنما ہیں اور اسی باب میں حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ قابل اتباع ہے۔

لقد کان فی رسول اللہ اسوہ حسنہ لم کان یرجوا اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا (الاحزاب:۲۱)

درحقیقت تم لوگوں کیلئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کیلئے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

یہ آیت اس حقیقت کی وضاحت کناں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام عالم انسانیت کیلئے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو بہترین نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور درحقیقت قرآن مجید کی تشریح رسول اکرم ﷺ ہی کے ذمے ہے۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یفکرون (النحل:۴۴)

اور (اے پیغمبر) آپ پر ہم نے یہ قرآن اسلئے اتارا ہے کہ جو مضامین (اس کے ذریعے) لوگوں پر نازل کئے گئے ہیں۔ آپ ان کی وضاحت فرمادیں اور وہ ان پر غور وفکر کریں۔

انہی حقائق سے متاثر ہو کر میں نے اپنی کم مائیگی علم اور قلت بضاعت فہم کے باوجود یہ جسارت کی ہے کہ علم وعرفان کے اس بحر عمیق سے چند قطرے آپ کی خدمت پیش کئے جائیں۔

جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، اس مضمون کا تعلق طب جدید ہے۔ بالخصوص حفظان صحت کے ان اصولوں سے ہے جن کو قرآن کریم اور پیغمبر اسلام نے ہماری روزمرہ زندگی کے اہم اور بنیادی اجزا قرار دیا ہے کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی دعوت یہی ہے اور وہ سلامتی وتوانائی کا داعی ہے۔

واللہ یدعوا الی دار السلام (یونس:۲۵) یعنی اللہ تم کو سلامتی کے مقام کی طرف بلاتا ہے

کم خوری: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو لیجئے۔

کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین (اعراف:۳۱)

ترجمہ: کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں پسند نہیں کرتا۔

اس آیت میں کم خوری کی تلقین کی گئی ہے اور بسیار خوری سے روکا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے متبعین کو یہی تعلیم دی ہے اور آپ نے زیادہ کھانے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں حضور کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حسبت ابن ادم لقمات یقمن صلبہ فان کان لا محالۃ فثلث لطعامہ فثلث لشرابہ و ثلث لنفسہ

انسان کی کمر سیدھی رکھنے کیلئے چند لقمے ہی کافی ہیں اور اگر لازماً زیادہ کھانا ہی پڑے تو معدہ میں ایک تہائی کھانا ہو، ایک تہائی پانی اور ایک تہائی سانس کیلئے جگہ ہو۔

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

المسلم یا کل فی معاواحد والکافر والمنافق یا کل فی سبعۃ امعاء (بخاری، مسلم، ترمذی)

ترجمہ: مسلمان ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر اور منافق سات آنتوں سے کھاتا ہے۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

ان اللہ یبغض الا کل فوق شبعۃ (مسند الفردوس از دیلمی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بھوک سے زیادہ کھانے والے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے

اکثر الناس شبعاًفی الدنیا اطوالھم جوعایوم القیامۃ (ابن ماجہ)

ترجمہ: جو شخص جتنی زیادہ شکم پری کرے۔اتنا ہی زیادہ لمبا عرصہ قیامت کو بھوکا رہے گا۔

اس سلسلے میں حضور ﷺ کا یہ فرمان نہایت ہی قابل غور ہے۔

تعوذو اباللہ تعالیٰ من الرغب (الکامل لابن عدی)

ترجمہ: یعنی بہت زیادہ کھانے والے سے اللہ کی پناہ مانگو

آنحضرت ﷺ کے ان ارشادات گرامی سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے کم خوری کو مسلمانوں کی خصوصیت قرار دیا ہے۔طب جدید نے قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ زیادہ کھانا نہ صرف بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے، بلکہ یہ عادت انسان کو قبل از وقت بوڑھا بنا دیتی ہے اور زندگی کے بہت سے مصائب مثلاً فالج، مخبوط الحواسی، بول و براز کا بے قابو ہو جانا، اسی عادت بد کا نتیجہ ہے، بسیار خوری کی وجہ سے پیدا ہونے والی بیماریوں میں سب سے زیادہ خطرناک ذیابیطس، بلڈ پریشر، امراض قلب، فالج اور موٹاپا ہیں۔

ذیابیطس: اس مہلک مرض کی وجہ سے (Pancreas) کے ہارمون (Hormone) یعنی اندرونی رطوبت انسولین (Insoulin) ہے۔انسولین ایک نہایت ہی کارآمد ہارمون ہے۔جو چیز کھانے میں اس کا بیشتر حصہ نشاستے (Cabohydrates) میں تبدیل ہو جاتا ہے۔اور نشاستہ چونکہ اس ہارمون کے بغیر ہضم نہیں ہو سکتا۔اس لئے خون میں شکر کی فراوانی ہو جاتی ہے۔زیادہ خوراک کھانے سے خلیے تھک کر کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔یہ انسولین کی کمی کی ایک وجہ یہ ہے، ذیابیطس ام الامراض ہے۔بلڈ پریشر، فالج اور امراض قلب، ذیابیطس کے مریض پر زیادہ تیزی سے حملہ آور ہوتے ہیں۔

فالج الامراض قلب، قبل از وقت بڑھاپا: ان امراض کی وجہ خون کی شریانوں کا تنگ ہو جانا ہے، جسم انسانی کی صحت، خون کی مناسب مقدار میں فراہمی پر مبنی ہے۔یہ خون شریانوں کے ذریعے پہنچتا ہے۔جس حصے کی شریانیں تنگ ہو جاتیں ہیں وہ آہستہ آہستہ اپنا کام چھوڑتا جاتا ہے اور اگر شریان بالکل بند ہو جائے تو متعلقہ حصہ بے حس ہو جاتا ہے اور مر جاتا ہے اگر یہ کیفیت دماغ کے کسی حصے میں طاری ہو جائے تو فالج گر جاتا ہے اگر دل میں ہو جائے تو دل کا دورہ پڑ جاتا ہے۔پیش از وقت بڑھاپا کی بیشتر شریانوں کی تنگی کی وجہ سے آجاتا ہے اور جب دماغ کی بیشتر شریانیں تنگ ہو جائیں تو بول براز پر قابو نہیں رہ سکتا اور انسان مخبوط الحواس ہو جاتا ہے۔

شریانوں کی مثال پانی کی نہروں کی سی ہے جس طرح نہریں گاد (سلٹ) میںچے بیٹھ جاتی ہے۔اور اگر سال میں ایک دو بار نہر کی صفائی نہ کی جائے تو پانی کے رک جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔اسی طرح شریانوں کے اندر بھی سلٹ بیٹھتی رہتی ہے۔اس کا نام کولیسٹرول ہے یہ چربی کی ایک قسم ہے۔نہ صرف ہم اس کو خوراک میں چربی، اصل بناسپتی گھی، مکھن، بالائی، انڈے کی زردی، کلیجی، گردے اور مغز کے ذریعے کھاتے ہیں، بلکہ ہمارے پورے جسم کے اندر ہر قسم کی خوراک کا کچھ حصہ کولیسٹرول میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔گو یہ بجائے خود ایک نہایت مفید شے ہے۔مگر اس کی کثرت شریانوں کی تنگی کا باعث بنتی ہے۔بسیار خوری سے جسم میں کولیسٹرول زیادہ بنتی ہے اور شریانیں جلدی تنگ ہو جاتی ہیں۔یہ عمل تین سال کی چھوٹی عمر سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔

گوشت انسانی خوراک کا انتہائی جز و ہے۔مگر بعض قسم کے گوشت میں چربی یعنی کولسٹرول زیادہ ہوتی ہے۔مثلاً گائے اور بھینس کے گوشت کا خصوصیت سے تذکرہ فرمایا ہے۔

ولحم طیر مما یشتھون (الواقعہ:۲۱)

یعنی (جنتی لوگ) اڑتے جانوروں کا گوشت کھائیں گے جس قسم کے جانوروں کا ان کا جی چاہے گا۔

طبی نقطہ نظر سے دل کے مریض کیلئے مرغ یا پرندے کا گوشت دوسری قسم کے گوشت پر نسبتاً مفید ہے۔

خوراک میں اصلی یا بناسپتی گھی کے بجائے منجمد نہ ہونے والے تیل استعمال کرنے کی ترغیب دی ہے۔اٹلی کے شمالی حصوں میں مکھن وغیرہ کے عام استعمال کی وجہ سے دل کے مریض بہت زیادہ ہوتے ہیں، مگر جنوبی حصوں میں چونکہ زیتون کا تیل استعمال ہوتا ہے۔اس لئے وہاں دل کا دورہ بہت کم پڑتا ہے، جن لوگوں کی شریانیں تنگ ہو جاتی ہیں انہیں عام طور پر دل کا دورہ (یعنی دل کے ایک حصے کا مرجانا) زیادہ کھانا کھانے کے بعد پڑتا ہے۔ چونکہ دل اور معدے کے درمیان صرف ایک جھلی کا فاصلہ۔اس لئے جب معدہ بھر جاتا ہے تو دل کے فعل پر اثرانداز ہوتا ہے۔جس شخص کی شریانیں تنگ ہو جائیں وہ اگر ایک دفعہ بھی زیادہ مرغن غذا کھالے تو چربی کے ذرات خون میں پہنچ کر کسی ایسی شریان میں پھنس سکتے ہیں جو زیادہ تنگ ہو، بالخصوص اگر اور کسی شریان کا وہاں سے گزر نہ ہو۔مثلاً دماغ یا دل کی بعض شریانیں۔

موٹاپا: بسیار خوری سے موٹاپا پیدا ہو جاتا ہے اور یہ موٹاپا بھی بہت امراض کا سبب بنتا ہے۔جن میں سے بعض امراض کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ بڑھاپے میں جوڑوں کی بیماری جسے (Ostoarthritis) کہتے ہیں۔جو خصوصاً ٹانگوں کے جوڑوں میں ہوتی ہے۔موٹے آدمی کو زیادہ لاحق ہوتی ہے۔بسیار خوری سے بدہضمی، ریح اور اسہال کے عوارض بھی لاحق ہو جاتے ہیں۔

نماز کے طبی فوائد: نماز اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔نماز نہایت آرام واطمینان قلبی وجسمانی سکون کے ساتھ ادا کرنی چاہئے جو لوگ اس کی ادائیگی میں سستی اور کاہلی کا ثبوت دیتے ہیں۔قرآن کریم ان کو منافق سے تعبیر کرتا ہے۔

ان المنافقین یخدعون اللہ وھو خادعھم و اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ ، یرآء ون الناس ولایذکرون اللہ الا قلیلاً (النساء:۱۴۲)

منافق خدا کو دھوکا دے رہے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ خود دھوکے میں مبتلا ہیں۔ان کی حالت یہ ہے کہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں، تو کاہلی کیساتھ کھڑے ہوتے ، (جیسے کوئی مارے باندھے کھڑا ہو جائے) محض لوگوں کے دکھانے کیلئے نماز پڑھتے اور بالکل ہی کم اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

دوسری جگہ اس سے بھی سخت الفاظ میں فرمایا:

فویل للمصلین Oالذین ھم عن صلاتھم ساھونOالذین ھم یرآء ون (ماعون:)

ترجمہ: ان لوگوں کی حالت حد درجہ افسوسناک ہے جو اپنی نماز سے بے خبر و بے نیاز ہیں جو دکھلاوے کی نماز پڑھتے ہیں۔

مطلب یہ کہ ان لوگوں کا طرز عمل نہایت ہی افسوسناک ہے جو نماز کی تمام کیفیات سے غافل اور بے پروا ہیں۔نہ ان کو اس کے روحانی فوائد سے کوئی غرض ہے، نہ جسمانی اعتبار سے صحت مندانہ فوائد سے کوئی واسطہ ہے۔

نماز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ملاحظہ فرمایئے: آپ ﷺ نے فرمایا:

ان فی الصلوٰۃ شفاءً (ابن ماجہ) ترجمہ: یعنی نماز میں شفا ہے

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں جہاں روحانی فرحت حاصل ہوتی ہے۔اور دل میں اطمینان وسکون پیدا ہوتا ہے۔وہاں اس میں جسمانی صحت کے اصول بھی مضمر ہیں۔اس کے تمام ارکان اگر اچھی طرح اور باقاعدگی کے ساتھ ادا کئے جائیں تو یہ صحت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور اس سے کئی جسمانی بیماریوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

کولیسٹرول (Cholesterol) یعنی چربی کو جو کہ شریانوں میں تنگی پیدا کرتی ہے کم کرنے کا سب سے بڑا اور بہتر ذریعہ ورزش ہے۔اور ورزش بلا ناغہ ہر روز کرنا نہایت ضروری ہے۔ بلکہ اس سے اصل مقصد اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جبکہ دن میں کئی بار ورزش کیجائے کیونہ ہم دن میں جتنی بار کھانا کھاتے ہیں اتنی بار ہی کولیسٹرول یعنی چربی ہمارے خون میں عام سطح سے اونچی ہو جاتی ہے اور خون گاڑھا ہو جاتا ہے اور یہی وقت ہے جبکہ یہ شریانوں میں بیٹھتی ہے۔اگر یہ اچھی طرح جم جائے تو اس کا اکھڑنا نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔عام طور پر اتنی زیادہ اور اتنی بار ورزش سوائے ان لوگوں

کے جو مزدوری یا کاشت اور کھیتی باڑی وغیرہ کرتے ہیں بالکل ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کر کے ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ نماز جہاں ہمیں روحانی عروج عطا کرتی ہے اور برائیوں سے پاکیزگی کے دائرے میں داخل کرتی ہے۔ وہاں یہ جسمانی صحت کیلئے بھی ہماری انتہادرجے کی معاون ہے۔ جسم کو چاق وچوبند رکھنے، اعصابی تکلیفوں اور جوڑوں کی بیماریوں سے بچانے اور غذا ہضم کرنے میں مدد دینے میں نماز بہت بڑا ذریعہ ہے۔ علاوہ ازیں صحت جسمانی کیلئے نماز کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے خون میں کولیسٹرول یعنی چربی کو کم کرنیکا باعث بنتی ہے پھر جیسا کہ سطور بالا میں وضاحت ہو چکی ہے۔ دل کے دورے، فالج قبل از وقت بڑھاپا، مخبوط الحواسی، بول وبراز کے بے قابو اور بے قاعدہ ہوجانے اور ذیابیطس وغیرہ سے بچاؤ کا راز بھی نماز میں مضمر ہے۔

یہاں یہ طبی نکتہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ دل کا دورہ اگر پچاس سال کی عمر کے بعد پڑے تو زیادہ خطرناک نہیں ہوتا۔ کیونکہ عمر کے ساتھ جوں جوں دل کی شریانیں تنگ ہونا شروع ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ساتھ ساتھ نئی شریانیں نکالنے کا انتظام کر رکھا ہے جو بوقت ضرورت خون کی فراہمی میں مدد دیتی ہیں۔ اسے امدادی دوران خون (Collateralcirculation) کہتے ہیں۔ اس لئے عالم پیری میں دل کے دورے زیادہ خطرناک نہیں ہوتے۔ آج کل بدقسمتی سے کم عمری میں ہی شریانیں تنگ ہوجانے کی وجہ سے دل کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ اس عمر میں دل کا دورہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس لئے کہ نئی شریانیں نہیں نکل پاتیں۔ ان شریانوں کو نکالنے کیلئے متوازی ورزش کی ضرورت ہے جو نماز میں بصورت عبادت موجود ہے۔ اس لئے جونہی مریض کو اس کا معالج چلنے پھرنے کی اجازت دے۔ نماز قائم کرنی چاہئے اور آہستہ آہستہ کثرت سے نوافل پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ یہاں یہ بات عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے زیادہ نوافل پڑھنا چاہئیں۔ اس سے روحانی وجسمانی دونوں مفاد حاصل ہوتے ہیں۔ نماز اگر صحیح طور سے ادا کی جائے تو ہر عمر کے مرد وزن کیلئے نہایت متوازن ومناسب ورزش کا کام دیتی ہے۔ عموماً نماز میں مندرجہ ذیل کوتاہیاں سرزد ہوجاتی ہیں۔

ا: ہم رکوع میں جھکی ہوئی کمر کو سیدھا یعنی زمین کے متوازی نہیں رکھتے۔ ۲: اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر سجدے میں نہیں جاتے۔ ۳: سجدے میں کہنیاں زمین پر لگا لیتے ہیں اور ہتھیلیوں پر بوجھ نہیں ڈالتے۔ ۴: مرد سجدے میں رانوں کو پیٹ کے ساتھ لگا لیتے ہیں اور اس طرح پیشانی کو زمین پر گھٹنوں کے قریب ہی رکھ لیتے ہیں۔ ۵: سجدے سے اٹھتے وقت ہاتھ گھٹنوں کے اوپر نہیں رکھتے بلکہ زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھتے ہیں۔ ۶: سلام پھیرتے وقت گردن کو پوری طرح نہیں موڑتے۔

اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی اور عمل کے مطابق صحیح طریقے سے نماز ادا کریں تو جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں ہے جس کی بہتر طریق سے ورزش نہ ہوجائے۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

تکبیر: نیت باندھتے وقت کہنی کے سامنے کے عضلات (Flexors) اور کلائی کے پیچھے کھینچنے والے (Extensors) عضلات اور کندھے پر جوڑ کے عضلات حصہ لیتے ہیں۔ عضلات کی حرکات ان کو مضبوط بناتی اور ان میں دوران خون کو بڑھاتی ہیں۔

اقامت: ہاتھ باندھتے وقت کہنی کے آگے کھینچنے والے (Flexors) اور کلائی کے پیچھے کھینچنے والے عضلات اور (Extensorsandflexors) لیتے ہیں۔ جبکہ باقی جسم کے عضلات سیدھے کھڑے ہونے کی حالت میں اپنا نارمل کام ادا کرتے ہیں۔

رکوع: گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کمر کو جھکانے کی حالت کو رکوع کہتے ہیں۔ اس حرکت میں تمام جسم کے عضلات کی ورزش ہوتی ہے۔ اس میں کولہے کے جوڑ پر جھکاؤ (Flexors) جبکہ گھٹنے کے جوڑ سیدھی حالت میں ہوتے ہیں، کہنیاں سیدھی کھینچی ہوئی ہوتی ہیں اور کلائی بھی سیدھی ہوتی ہے اور ان کے تمام عضلات چست حالت میں رہتے ہیں، جبکہ پیٹ اور کمر کے عضلات جھکتے اور سیدھے ہوتے وقت کام کرتے ہیں۔

سجدہ: سجدے میں کولہے پر جھکاؤ، گھٹنے پر جھکاؤ، ٹخنے پر جھکاؤ اور کہنیاں بھی جھکی ہوئی ہوتی ہیں۔ جبکہ ٹانگوں اور رانوں کے پیچھے عضلات اور کمر اور پیٹ کے عضلات کھینچے ہوئے ہیں اور کندھے کے جوڑ کے پٹھے اس کو باہر کی طرف کھینچتے ہیں۔ کلائی کے پیچھے کے عضلات کھینچے ہوئے ہوتے

ہیں۔سجدے میں عورتوں کیلئے گھٹنوں کو چھاتی سے لگالینا احسن ہے۔ یہ بچہ دانی کے پیچھے گرنے (Retroversion of Uterus) کا بہترین علاج ہے۔دنیا کے تمام ڈاکٹروں کی رائے میں اس تکلیف دہ مرض کا یہ مناسب ترین علاج ہے۔

تشہد: التحیات پڑھتے وقت جبکہ جسم بیٹھنے کی حالت میں ہوتا ہے۔ گھٹنے اور کولہے پر جھکاؤ ہوتا ہے۔ ٹخنے اور پاؤں کے عضلات پیچھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں اور کمر کے عضلات پیچھے اور گردن کے عضلات کھنچے ہوئے ہوتے ہیں۔

سلام: سلام پھیرتے وقت گردن کے دائیں اور بائیں طرف کے عضلات کام کرتے ہیں۔اس طرح تمام جسم کے عضلات کی باری باری ورزش ہوتی رہتی ہے اور دوران خون کو بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے۔ جو کہ انسانی جسم کی نشو ونما اور صحت کیلئے ضروری ہے۔سجدے میں بھی بہت سے جسمانی فوائد مضمر ہیں۔دماغ کو خون کی بہت ضرورت رہتی ہے کیونکہ یہ رئیس الاعضا ہے۔مگر اس کا محل وقوع ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے دماغ تک خون پہنچانا بہت مشکل ہوتا ہے۔بالخصوص اس وقت جب کہ شریانیں بھی تنگ ہوں۔سجدہ اس کا بڑا ہی موزوں علاج ہے۔

بڑھاپے میں گھٹنوں کی بیماری کا ایک بڑا علاج گھٹنوں کے اوپر کے عضلات کو تقویت پہنچا اور مضبوط رکھنا ہے۔اس لئے کہ اس بیماری میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ گھٹنوں کے بجائے یہ عضلات جسم کا بوجھ برداشت کریں۔نماز پڑھنے سے یہ ہی اعضا خوب مضبوط اور توانا ہوجاتے ہیں۔لہذا گھٹنوں کی اس بیماری کا قدرتی ازالہ ہوجاتا ہے۔

دل: خون کی اس طریقے سے فراہمی کیلئے جہاں شریانوں کا ہونا ضروری ہے۔ وہاں دل کی صحت بھی اشد ضروری ہے۔ کیونکہ یہی پمپ گندا خون جسم میں سے لے کر پھیپھڑوں میں آکسیجن حاصل کرنے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ اور دیگر مضر صحت گیسوں سے خارج کرنے کیلئے بھیجتا ہے اور پھر پھیپھڑوں سے لے کر شارہ رگ میں پمپ کرتا ہے اور اس طرح شریانوں کے ذریعے سے جسم کے ہر حصے میں خوراک اور آکسیجن پہنچتا ہے۔دل کے خراب ہونے تمام اعضائے جسم کی صحت خطرے میں پڑجاتی ہے ان جسمانی کیفیات کا علم ہمیں صدیوں کی سائنسی تحقیق کے بعد حاصل ہوا ہے۔ لیکن اندازہ فرمایئے ہمارے رہبر اعظم رسول اکرم ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پیشتر کس درجہ سادہ انداز اور آسان وعام الفاظ میں اس ارشاد گرامی کے ذریعے بیان فرمادیا تھا۔

ان فی اجسد مضغة اذا صلحت ، صلح الجسد كله و اذا فسدت فسد الجسد كله الاوهی القلب (مسلم،ابن ماجہ)

ترجمہ: بیشک جسم میں ایک ایسا لوتھڑا ہے کہ اگر وہ ٹھیک رہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر اس میں خرابی پیدا ہوجائے تو سارا جسم خراب ہوجاتا ہے خوب سمجھ لو وہ لوتھڑا دل ہے۔

قیلولہ: دوپہر کو تھوڑی دیر سونا نہایت مفید ہے۔بالخصوص گرمی کے موسم میں جب کہ دن لمبے ہوتے ہیں ضرور سونا چاہئے کہ اعضائے رئیسہ خصوصاً دل و دماغ کو آرام ملتا ہے دل کے مریض کیلئے قیلولہ بہت ہی فائدہ مند ہے۔رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ دوپہر کے کھانے کے بعد تھوڑی دیر استراحت فرماتے۔صحابہ کرام کا بھی اس پر عمل تھا۔اس ضمن میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن وغیرہ کتب احادیث میں متعدد حدیثیں درج ہیں۔

طہارت کے فوائد: جو لوگ رفع حاجت کے بعد پانی سے طہارت نہیں کرتے کاغذ استعمال کرتے ہیں ان میں متعدد بیماریوں کے جنم لینے کا زیادہ احتمال ہوتا ہے، مثلاً

ا: (Pilonid Scnus) یہ ایک بالی دار پھوڑا ہے جو پاخانے کی جگہ کے قریب ہوجاتا ہے اور اس کا علاج اپریشن کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ یہ پھوڑا زیادہ تر ان لوگوں کو ہوتا ہے جو رفع حاجت کے بعد کاغذ سے صفائی کرتے ہیں اور پانی استعمال میں نہیں لاتے۔

۲: (Pyelonephritis) پیشاب کے راستوں اور گردوں میں پیپ کا پیدا ہوجانا بالخصوص عورتوں میں پاخانے کے جراثیم مثلاً پیشاب کی نالی میں آسانی سے داخل ہوکر سوزش اور پیپ پیدا کردیتے ہیں اور اس سے آہستہ آہستہ گردوں کی مہلک بیماری لاحق ہوجاتی ہے جس کا بعض دفعہ اس وقت پتہ چلتا ہے جب وہ لاعلاج ہوجاتی ہے۔

Monthly Mujallah AL-HAQIQA October 2008 Reg.No. C.P.L.168